اہلِ حق میڈیا سروس

دفاعِ اوکاڑوی رح

بجواب

تعاقبِ اوکاڑوی رح

شائع کردہ اہل حق میڈیا سروس

کتاب کا نام.................. دفاعِ اوکاڑویؒ بجواب تعاقب اوکاڑویؒ

باہتمام.................. اہل حق میڈیا سروس

کمپوزنگ.................. اہل حق کمپوزنگ ٹیم

ناشر.................. اہل حق میڈیا سروس

ویب سائٹس

فہرستِ مضامین

حصہ اول

﴿ایک خط کا جواب﴾

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	ابتدائیہ	12	۱۵	اوکاڑوی ؒ کا تعاقب (جواب)	23
۲	پہلی فتح	12	۱۶	گستاخ رسول	23
۳	ایک اہم واقعہ	13	۱۷	کذب وافتراء	24
۴	پہلی شکست	13	۱۸	فراڈ	24
۵	کل کی پیداوار	14	۱۹	تناقضات	24
۶	تقلید (غیر مقلدین کا دوغلاپن)	14	۲۰	دوسو صحابہؓ سے عطاء کی ملاقات (وضاحت)	25
۷	سلفی (غیرمقلدین مقلد پرست)	15	۲۱	ایک اور تناقض	25
۸	ماننا	16	۲۲	لاڑکانہ کا مناظرہ	25
۹	صحیح حدیث پرعمل	16	۲۳	رکعات تراویح	26
۱۰	شرم کی بات (غیر مقلد کا کوئی اصول نہیں)	18	۲۴	سنت مؤکدہ	27
۱۱	وضاحت	20	۲۵	تقلید	27
۱۲	دلائل اہل سنت	20	۲۶	اہل السنۃ والجماعۃ	28
۱۳	صحیحین کے راوی	21	۲۷	تقلید	30
۱۴	ابوشیبہ	22	۲۸	تقلید شخصی	31

فہرستِ مضامین

حصہ دوم ﴿رسالہ امین اوکاڑوی کا تعاقب ایک نظر میں﴾		
صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
37	پہلی بات (ابن ابی لیلی کی جرح کا جواب)	۱
40	دوسری بات (بزرگ سید شمس الحق صاحب کی کرامت کا جواب)	۲
41	تیسری بات (کشف پر اعتراض کا جواب)	۳
42	چوتھی بات (حضرت زکریا صاحبؒ کے الفاظ پر اعتراض کا جواب)	۴
45	پانچویں بات (حضرت اوکاڑویؒ کے داماد پر اعتراض کا جواب)	۵
48	چھٹی بات (سندھی بلوچی جو اہلِ حدیث ہوئے، اعتراض کا جواب)	۶
53	ساتویں بات (تقلید اور روافض)	۷
57	آٹھویں بات (داڑھی کے بارے میں فتوی کا جواب)	۸
58	تکملہ نمبر ۹ (رفع یدین اور ترکِ رفع یدین)	۹
60	نمبر۹ (علی محمد حقانی کی عبارت میں تعارض کا جواب)	۱۰
62	نمبر۱۰ (مولانا مفتی محمد ولی درویش کی عبارت میں تعارض کا جواب)	۱۱

مُقدِّمہ

کفار کا اہل اسلام سے جنگ کے دوران ایک وطیرہ یہ بھی رہا ہے کہ اہل اسلام کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر مبذول کروادی جاے۔ یورپ کے انگریز جب برصغیر پاک وہند آے تو اپنے اصول " divide and rule" کے مطابق مسلمانوں کی توجہ بٹانے کے لیے اپنے ساتھی عیسای مشنریوں کی بھی ایک بڑی تعداد لاے۔ جہاں جہاں انگریز کا قبضہ ہوتا جاتا وہاں وہاں عیسای مشنریوں کو تبلیغ کرنے کی اجازت اور آزادی مل جاتی۔ اس سے علماءِ اسلام کو انگریزی فوجوں سے جہاد کے ساتھ ساتھ عیسای مشنریوں سے قلمی جہاد بھی کرنا پڑتا کبھی کبھی مجمعِ عام میں مناظرے بھی کرنے پڑتے۔ مسلمانوں کی توجہ بٹانے کے لیے صرف یہ ہی کافی نہیں تھا 1857 کی جنگِ آزادی کی بعد انگریزوں نے مسلمانوں کی طرف سے بڑھتی ہوی جارحیت کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک خاص کمیشن کو برِ صغیر بھیجا جس نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ مسلمان اپنے علما پر بہت اعتماد کرتے ہیں اسی لیے انکی جارحیت کم کرنے کے لیے انہی میں سے ایسے لوگ کھڑے کیے جائیں جو مسلمانوں کے مذہبی لیڈر بن کر نا صرف جہاد کی ممانعت کریں بلکہ مسلمانوں کی توجہ بھی بٹایں۔ چناچہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے کی انگریزی کوششوں کے نتیجہ میں 3 بڑے فتنے وجود میں آے۔ جب کبھی برِ صغیر میں جاں نثارانِ اہلحق کے باطل کے ساتھ علمی معرکے ہوے اہل باطل نے عوام کی توجہ اپنی شکست سے ہٹانے کے لیے اہلحق پر اس طریقے سے اعتراضات کیے جس سے وہ عوام کو اہلحق کے علمی مباحث سے دور رکھ سکیں۔ کبھی ان عشاقِ رسول پر گستاخیِ رسول کا گھٹیا الزام لگایا جاتا۔ کبھی ان مجاہدین پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جاتا اور کبھی ان مجاہدینِ ختم نبوت پر انکارِ ختم نبوت کا الزام لگایا جاتا۔

فتنہ لامذہبیہ غیر مقلدیت اور بریلویت:۔

برِ صغیر پاک وہند میں اس سب کی شروعات تو احمد رضا خاں صاحب سے ہی ہو چکی تھی اور تھوڑا عرصہ پہلے تک تو اس قسم کا کام اہل بدعت ہی کرتے آے تھے لیکن مناظرِ اسلام فاتح غیر مقلدیت استاذ العماء والمناظرین الشیخ العلامہ مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمت اللہ علیہ کے علمی سوالات سے عاجز آ کر علماءِ دیوبند کے خلاف فتنہ لامذہبیہ کے پیٹو ملاوں نے بریلوی مواد استعمال کرنا شروع کر دیا۔ طالب الرحمن زیدی شیعہ نے اپنی کتاب الدیوبندیہ کا مواد ارشاد الحق قادری کی بدنامِ زمانہ کتاب زلزلہ سے چوری کیا۔ اسی طرح زبیر علیزی نے

بھی اکابرین پر اعتراضات کے لیے احمد رضا خاں کا مواد استعمال کیا جیسے کے حضرت العلامہ مولانا قاسم نانوتوی رحمت اللہ علیہ کی کتاب تحذیر الناس عن اثر ابن عباس کی نامکمل عبارات سے وہی پرانہ انکارِ خاتمیت کا رونا رونہ شروع کر دیا اسکے علاوہ اپنی کتاب اوکاڑوی کے تعاقب میں صفحہ 7 سے 9 (طبع نعمان پبلیکیشنز) پر دیے گے حوالوں میں آدھے سے زیادہ "بریلوی مارکہ" ہیں۔

حضرت الشیخ العلامہ مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی میں یہ میرے پر کچھ نہیں لکھیں گے لیکن جب میں مرجاوں گا تب دیکھنا میرے پر کیا کیا لکھیں گے۔ چنانچہ آج جس رسالے "اوکاڑویؒ کے تعاقب میں، پر ایک نظر" کو آپ پڑھنے جارہے ہیں یہ فتنہ لا مذہبیہ فتنہ غیر مقلدیت کے مجتہدِ دوراں زبیر علیزی کذاب (زبیر علیزی کے جھوٹوں پر علامہ عبدالغفار ذہبی مدظلہ العالی ایک مستقل رسالہ لکھ چکے ہیں) نے حضرت الشیخ العلامہ مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کی پیشین گوی کو پورا کرتے ہوے حضرتؒ پر ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب اصل میں ایک خط ہے (زبیر علیزی خود کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے "یہ کتاب "امین اوکاڑوی کا تعاقب" ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں انکی خدمت میں بھیجا تھا" اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ 5 طبع نعمان پبلیکیشنز) جو زبیر علیزی نے حضرت کو لکھا تھا جسکا جواب حضرت نے اپنی زندگی میں ہی لکھ دیا تھا جو تجلیات میں بھی شامل ہے۔ جسکو مزید اضافے کے بعد حضرت کی وفات کے بعد شایع کروایا گیا حیرت اس بات پر ہے کہ خط میں اضافے کے بعد شایع کر دیا گیا لیکن جن باتوں کا جواب مل چکا تھا انکو نکالا کیوں نہیں گیا؟؟؟۔

اگر کتاب کا موضوع اور مقصد دیکھا جاے تو یہ زیادہ سے زیادہ بھی 20 یا 25 صفحات کا رسالہ ہونا چاہیے تھا لیکن علیزی نے کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے غیر متعلقہ باتوں کو شامل کیا ہے مثال کے طور پر کتاب کے شروع میں ہی دیوبند اور انگریز اور دیوبند اور ہندو کے عنوان سے دو باب باندھ دیے (جن میں آدھے سے زیادہ حوالاجات بریلویوں سے چوری کیے گئے ہیں)۔ کتاب کے درمیان میں تقریباً 35 صفحات کا ایک رسالہ حضرت اوکاڑوی کے ایک مضمون جو مسلہ تراویح سے متعلقہ تھا، کا جواب ہے۔ اسی طرح کتاب کے آخر میں علیزی صاحب نے اپنا 11 صفحات کا رسالہ جو کہ تراویح کے مسلہ پر ہے لگا دیا۔ اس رسالے سے پہلے 3 صفحات میں وہ نکات جمع کیے ہیں جنکا امام المناظرینؒ سے جواب مانگا ہے حالانکہ تقریباً ان تمام نکات کا جواب امام المناظرینؒ اپنی زندگی میں ہی دے چکے تھے، جسکو تجلیات سے ہم اس رسالے میں بھی شامل کر رہے ہیں۔

زبیر علیزی صاحب جو عموماً دیوبندیوں کو کہا کرتے ہیں کہ "میری کتابوں کا جواب ایسے دو جیسے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بریلوی مولوی کی کتاب انوارِ ساطعہ کا براہینِ قاطعہ کی صورت میں دیا، چناچہ اپنی کتاب امین اوکاڑوی کے تعاقب کے (طبع نعمان پبلیکیشنز) صفحہ 26 پر لکھتے ہیں "اوکاڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ جس طرح خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے عبدالسمیع رامپوری کی کتاب

"انوار ساطعہ کو اوپر لکھ کر نیچے "براہین قاطعہ " کے نام سے اسکا جواب لکھا تھا۔ میری اس کتاب کو متن میں درج کر کے نیچے حاشیہ پر اسکا مکمل جواب لکھتے تا کہ عام لوگوں کے سامنے دونوں موقف واضح ہو جاتے خیر ان لوگوں کی یہ ہمت نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں، والحمد اللہ ")۔

لیکن دیوبندیوں کو کچھ لکھتے وقت شاید وہ یہ مطالبہ بھول جاتے ہیں یا شاید یہ صرف دیوبندیوں کے لیے ہی ہے۔ بہر حال اس کتاب میں علیزی صاحب نے حضرت اوکاڑوی کا جواب شامل نہیں کیا بلکہ اسکا جواب الجواب ضرور شامل کیا ہے۔ حیرانگی اس بات کی ہے کہ زبیر علیزی صاحب جواب دیتے وقت اکثر جس چیز کا جواب ہو اسکا مکمل متن تو نہیں دکھاتے لیکن کچھ تصویری ٹکڑے ضرور لگاتے ہیں۔ لیکن امام المناظرین کے جواب کے ایسے ٹکڑے لگانا بھی بھول گئے لیکن اس سے نیچے ہی حضرت کے ایک مضمون کا جواب لکھا ہے جسکے ٹکڑے لگائے گئے ہیں۔

زبیر علیزی کا حضرت شیخ المناظرین مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ پر جھوٹ :۔

علیزی نے اپنی کتاب کے صفحہ 12 پر ایک حوالہ دیا ہے ''آٹھ تراویح اور اکابرین دیوبند'' یہاں پر اس نے ایک حوالہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب براہینِ قاطعہ کے صفحہ 195 کا بھی دیا ہے۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ بھی 8 تراویح کے قائل ہیں۔ اسی طرح موصوف نے اپنی کتاب ''تعداد رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' کے صفحہ 109 پر بھی حضرت کی کتاب کے دو حوالے براہین سے ہی نقل کیے ہیں ایک صفحہ 8 اور دوسرا صفحہ 195 کا چونکہ پہلا حوالہ علیزی نے صفحہ 8 کا دیا ہے اسی لیے پہلے اسی پر بات کر لیتے ہیں۔

سب سے پہلے علیزی کی نامکمل نقل کردہ صفحہ 8 سے عبارت ملاحظہ ہو۔

''البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں''

﴿براہین قاطعہ صفحہ ۸﴾

تشریح:۔

سب سے پہلے تو زبیر علیزی کذاب وخائن نے عبارت مکمل نہیں کی اور نہ ہی اس مسئلہ کی وضاحت عوام کے سامنے آئی کہ حضرت نے یہ بات کیوں لکھی۔ وہاں مسئلہ یہ چل رہا کہ بریلوی عالم نے غیر مقلدین سے متاثر ہو کر اپنی بدعات کا دفاع کرنے کے لیے لکھا کہ **'' تراویح بیس پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں''** تو حضرت نے اسکا جواب دیا۔

''تراویح آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوالِ ساقطہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابلِ طعن کے نہیں۔''

یہاں پر حضرت نے آٹھ تراویح سے زیادہ کو بدعت کہنے والے کو سفہا میں شامل کیا اور بعض کا لفظ استعمال کر کے چند علماء کے ''تفرد'' کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ بتلایا کہ وہ بھی آٹھ سے زیادہ کو بدعت نہیں کہتے بلکہ مستحب کہتے ہیں اسی لیے بریلوی کی بات غلط ہوئی۔ لیکن زبیر علیزی کی دھوکہ بازی دیکھیے کہ حضرت کے الفاظوں کو غلط استعمال کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حضرت

خود بھی آٹھ کو سنت مانتے ہیں۔

علیزی کی دوسری نامکمل نقل کردہ عبارت جو کہ براہین کے صفحہ 195 سے ہے۔

''اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے''

﴿براہین قاطعہ ص195﴾

تشریح:۔

ان الفاظوں کا مطلب یہ نہیں کہ 8 رکعت سے زیادہ سنت موکدہ نہیں بلکہ حضرتؒ یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے تراویح کے سنت موکدہ ہونے پر اور جو کم سے کم کو بھی سنت موکدہ مانتے ہیں وہ 8 کو سنت موکدہ مانتے ہیں۔ ہاں 12 رکعات میں اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ 8 رکعات سنت موکدہ ہیں جبکہ باقی تمام امت 20 کو سنت موکدہ مانتے ہیں اور خود حضرت کا اپنا مسلک 20 رکعات تراویح کا ہے جیسا کہ حضرت نے براہین کے صفحہ 8 میں بیان کیا ہے۔

زبیر علی زئی کا دھوکہ:۔

پس اس سے زبیر علیزی کا دھوکہ باز ہونا ثابت ہوا کہ زبیر علیزی نے حضرت کی بات کو غلط استعمال کیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا۔ پس اگر زبیر علیزی ایک حوالے میں اتنا بڑا دھوکہ کر سکتا ہے تو اسکے باقی حوالہ جات کا کیا اعتبار، زبیری علیزی کے دوسرے جھوٹ اور دھوکوں کے لیے علامہ عبدالغفار ذہبیؒ نے ایک رسالہ شایع کیا ہے علیزی کذاب کے 100 جھوٹ جو کہ اس رسالہ کے آخر میں آپ پڑھ سکیں گے۔

علماءِ دیوبند کے بارے میں علی زئی کی گستاخانہ زبان:۔

علی زئی صاحب نے اس رسالہ میں نہ صرف امام المناظرینؒ کے لیے بلکہ دیگر اکابرین دیوبند کے لیے بھی لہجہ بہت شدید اور اخلاق باختہ رکھا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ لکھتے ہیں

''اوکاڑوی باسی کڑھی میں ابال آیا تو محرفِ آل دیوبند نے توڑ موڑ، کذب وافتراء، شعبدہ بازی اور قلابازیوں کا مظاہرہ۔۔۔۔۔۔۔۔'' (صفحہ 13)

اسی طرح مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے خلاف زہر اگلتے ہوئے لکھتے ہیں

''حبیب الرحمٰن اعظمی، کذاب ووضاع نے جو خیانتیں کی تھیں'' (صفحہ 49)۔

صفحہ پچاس 50 پر لکھتے ہیں

''انتہائی گمراہ اور ساقط العدالت دیوبندیوں''

اسی صفحہ پر ایک لاین چھوڑ کر لکھتے ہیں

''اوکاڑوی حیاتی دیوبندی صاحب اپنے اکابر کی طرح کذاب اور متروک ہیں۔''

صفحہ 52 پر چند علماء کے نام لکھ کر اور تمام دیوبندیوں کو فقہا کی فہرست سے نکال دیا ہے بلکہ انکو فقیہہ سمجھنے کو بھی کذب اور ابطل الاباطیل کہا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

''آلِ دیوبند، حسن بن زیاد لولوی، بشر بن غیاث مریسی، محمد بن الحسن الشیبانی (شاگرد امام ابوحنیفہؒ از ناقل) اور زاہد الکوثری وغیرہم کو فقہا سمجھنا کذب محض اور ابطل الاباطیل ہے۔''

صفحہ 55 کی آخری سطر پر لکھتے ہیں۔

''اوکاڑوی جیسے جاہلوں''

صفحہ 57 پر لکھتے ہیں۔

''اوکاڑوی صاحب کذاب ومتروک ہیں''

اسی صفحہ پر ایک جگہ لکھتے ہیں

''اوکاڑوی شعبدہ بازی''

صفحہ 60 پر امام طحاویؒ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''طحاوی نے یہ جھوٹ لکھ رکھا ہے''

صفحہ 61 پر تمام مقلدین کو جاہل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

''مقلدین حضرات اتنے بڑے جاہل ہوتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔''

اسی صفحہ کے آخر میں مولانا محمد عبدالقدوس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں

''سرفراز خان صفدر کا یہ جاہل بیٹا لکھتا ہے کہ''

صفحہ نمبر 67 پر لکھتے ہیں

''اوکاڑوی صاحب کی جہالت اتنی شدید ہے''

زبیر علی زئی کی آئمہ حدیث کے خلاف گستاخانہ زبان: (بحوالہ علماے دیوبند پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات صفحہ 72-74)۔

نوٹ: جب میں نے علی زئی کی کتاب کا تجزیہ کرنا شروع کیا تو جگہ جگہ محدثین اور آئمہ کرام کی شان میں برے الفاظ نظر آئے جب مزید تحقیق کرنے کی غرض سے دوسری کتب دیکھیں تو علماے دیوبند پر زبیر علیزی کے اعتراضات میں بھی اس قسم کے حوالے نظر آئے لہذا خود سے کچھ کرنے کی بجائے اسی کتاب کے حوالے سے یہاں دیا جا رہا ہے۔

علی زئی نے یہاں پر ہی بس نہیں کی بلکہ اس نام نہاد اہلحدیث نے آئمہ حدیث کی شان میں بھی گستاخیاں کیں۔ مثلاً امام دار الہجرؒ حضرت مالک بن انس نے ایک راوی پر جرح کی تو اس کے جواب میں زبیر علیزی نے امام مالک کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''امام مالک وغیرہ نے ذاتی دشمنی کی وجہ سے انہیں شدید جروح کا نشانہ بنایا ہے۔''

﴿الکوکب الدریہ صفحہ 46﴾

امام ترمذی کا حدیث میں جو مقام ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے، امام موصوف نے ایک حدیث (جو زبیر علی زئی کے مسلک کے خلاف ہے) کو صحیح اور حسن قرار دیا تو زبیر علی زئی اس پران کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن جریج مدلس کی یہ روایت عن سے ہے اور عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ (غیر صحیحین میں) مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن جریج کی تدلیس کے باوجود امام ترمذی کا اسے ''حسن صحیح غریب'' کہنا عجیب و غریب ہے۔''

﴿الکوکب الدریہ صفحہ 33﴾

گویا زبیر علی زئی کی نظر میں امام ترمذی جیسے محدث کا مقام عام طالب علموں سے بھی کم ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

جلیل القدر محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل کو زبیر علی زئی نے **قلیل العقل (کم عقل)** قرار دیا ہے۔

﴿نور العینین طبع سوم 2005 صفحہ 228﴾

اسی طرح زبیر علیزی جلیل القدر محدث امام ابن الترکمانی ؒ کی توہین کرتے ہوئے ان کے خلاف یہ عنوان قائم کیا ہے:

''ابن الترکمانی کی چیرہ دستیاں''

﴿نور العینین طبع سوم 2005 صفحہ 139﴾

محدث کبیر حافظ عبد القادر قرشی ؒ (م 775ھ) جو علامہ عراقیؒ (استاذ حافظ ابن حجرؒ) وغیرہ جیسے آئمہ حدیث کے استاد ہیں۔ امام محمد بن احمد الفاسیؒ (م 832ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وکان ذا عنایۃ بالفقہ والحدیث، وغیر ذالک، ولدیہ فضل''

﴿ذیل التقید جلد 2 صفحہ 140﴾

حافظ ابو الفضل مکیؒ (م 881ھ) فرماتے ہیں:

''الامام، العلام، الحافظ''

﴿ذیل تذکرۃ الحفاظ جلد 5 صفحہ 105﴾

اس قدر بلند پایہ محدث بھی زبیر علی زئی کی تنقید اور توہین کا نشانہ بننے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''عبد القادر القرشی وغیرہ متعصبین اور بے کار لوگوں کا اسے ''امام الکبیر'' قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔''

﴿نصر الباری صفحہ 38﴾

مشہور حافظ الحدیث امام احمد بن عمرو البزار (م 203ھ) صاحب السنن کی ایک روایت کو علی زئی معلول (ضعیف) قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حافظ بزار بذات خود متکلم فیہ ہے" ﴿الحدیث 23/29﴾

جلیل القدر محدث امام حاکم نیساپوریؒ (م 405ھ) جو "المستدرک" وغیر بلند پایہ کتب حدیث کے مصنف ہیں، علیزی نے خواہ مخواہ ان کو واہمی قرار دے دیا۔ خود علیزی کے اپنے ایک اہم مسلک حافظ ثناء اللہ ضیاء غیر مقلد اس پر زبیر علیزی سے احتجاج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب کہ امام حاکم لازوال قوت یاداشت کے مالک تھے۔ ایک مضبوط حافظہ کے مالک امام کا وہم کا شکار قرار دیا جاے۔ یہ تو سیدھا سادھا امام حاکم پر جارحانہ حملہ ہے۔"

اسکے جواب میں زبیر علیزی لکھتے ہیں:

"المستدرک کے اوہام اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، بعض جگہ مطبعی اخطاء (غلطیاں) ہیں اور بعض مقامات پر خود امام حاکم کو اوہام ہوے ہیں" ﴿الحدیث 57/28﴾

الغرض علی زئی نے نہ اپنی کتاب میں نہ صرف جگہ جگہ علمائے دیوبند کے بارے میں سخت زبان استعمال کی ہے بلکہ آئمہ محدثین بھی اسکی زبان سے بچ نہیں سکے۔ ابن حزم کے بارے میں ابوالعباس ابن العریف نے کہا ہے کہ "ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دوسگی بہنیں ہیں۔" (ملخص از تذکرۃ الحفاظ جلد 3 صفحہ 772) لیکن اگر ابوالعباس نے زبیر علی زئی کذاب کی کتابیں پڑھی ہوتیں تو وہ یقیناً ابن حزم کو بھول جاتے۔

زبیر علی زئی نے تو نامکمل جواب کا نعرہ لگا کر جواب دینے اور حق قبول کرنے سے جان چھڑا لی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی انور اوکاڑوی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے "الخیر" میں علی زئی کے پراپیگنڈے کا بہترین جواب دیا۔ آخر میں اہل میڈیا سروسز کی ٹیم کے ان تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اس کو رسالے کی صورت میں شائع کرنے میں مدد دی۔

ملنگ

(ترجمان اہل حق میڈیا سروسز)

ایک خط کا جواب

وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ نے مسلہ تراویح پر ایک رسالہ لکھا تو اس کے جواب میں ایک غیر مقلد زبیرعلیزی نے ایک خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں مولانا موصوف نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔

(مرتب)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم. اما بعد

ہمارے پاک پیغمبر خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں تہتر (73) فرقے بن جائیں گے جن میں سے ایک جنات پانے والا ہوگا۔ ما انا علیہ واصحابی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفاءِ راشدین کے طریقے کو۔ اس لیے نجات پانے والی جماعت اہل السنّت والجماعۃ کے نام سے معروف ہے۔ اور جس طرح قرآن پاک سات متواتر قراتوں کے ذریعہ امت میں متواتر ہے۔ شیخ عبدالغنی المجد دی الدھلوی المدنی ابن ماجہ کے حاشیہ پر خلفائے راشدین والی حدیث کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

هم الخلفاء الخمسة بعده ﷺ اعنی ابوبکر و عمر و عثمان وعلیاً والحسن رضی الله تعالیٰ عنهم الذی ینطبق علیٰ خلافتهم هذا الحدیث الخلافة بعدی ثلاثون سنة فهٰذه الخمسه لا شک لاحد من اهل السنة انهم موارد لحدیث الخلافة ومن العلماء من عمم کل من کان علیٰ سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین (انجاح الحاجہ ص5 ص8)

"وہ پانچ خلیفے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسنؓ جن پر یہ حدیث منطبق ہوتی ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال ہوگی۔ اور اہل السنۃ میں سے کسی ایک کو بھی ان پانچوں کے خلفاء راشدین ہونے میں شک نہیں اور بعض علماء نے اس حدیث کو عام رکھا ہے کہ تمام وہ علماء اور خلفاء مراد ہیں جو آپ ﷺ کی سیرت پر تھے جیسے چاروں امام جو مجتہد ہیں اور جن کی تقلید کی جاتی ہے اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ۔"

چنانچہ اس حدیث پاک کے موافق اہل السنۃ کے چاروں مذاہب ہی نجات پانے والے قرار پائے۔ لیکن اب قرب قیامت کا زمانہ ہے جس کے بارہ میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ بخل پر ڈٹ جائیں، خواہش نفس کی تقلید کرنے لگیں اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر نازاں ہو جائے تو (تبلیغ ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی) اپنے بچاؤ کی فکر کرنا (ابن ماجہ ص290) اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت ملا علی قاری المکی اور شاہ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دے (اور خود رائی اور نفس پرستی کو دین قرار دے لے) حاشیہ نمبر 4۔

چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی الآیات بعد المائتین کے مطابق تیرہویں صدی میں کچھ لوگ مادر پدر آزاد ہو گئے اور سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کو خیر باد کہہ کر اہل السنۃ والجماعت نام بھی چھوڑ گئے اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور سنت رسول اور جماعت صحابہ کے مقابلہ میں حدیث نفس پر عمل کرنے لگے اور ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں اپنی خود رائی اور نفس پرستی پر مر مٹنے لگے۔ پھر ان میں سے بعض ترقی کر کے اہل قرآن کہلانے لگے۔ ان میں ایک شخص محمد جونا گڑھی نامی ہوا۔ تو یہ اس کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلانے لگے اور کچھ ان میں سے آگے نکل کر احمدی بن بیٹھے۔ کوئی اپنے مدرسے کا نام اور مسجد کا نام جامع مسجد محمدیہ رکھنے لگے تو کوئی جامع مسجد احمدیہ رکھنے لگے۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کو یہ سب لوگ شرک اور حرام کہتے ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعت کو مشرک اور عیسائیوں اور مرزائیوں سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلد پروفیسر عبداللہ بہاولپوری نے اپنے رسائل میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان سے تو عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں ص3۔ چنانچہ رات دن ان کا قلم اور ان کی زبان ائمہ اربعہ کی تقلید کو حرام اور شرک کہنے پر چل رہی ہے۔

ابتدائیہ:

میرے کئی ایک مضامین مسئلہ تراویح پر چھپ کر اہل سنت میں مقبول ہوئے فللہ الحمد۔ گذشتہ رمضان میں بھی مؤقر ماہنامہ "الخیر" میں تراویح پر ایک مضمون لکھا۔ اس کے جواب میں ۵۵ صفحات کا ایک خط موصول ہوا۔ مارکر کے ساتھ ہر صفحہ پر چند سطریں لکھی ہیں اور اپنے فرقہ کو تاثر دیا ہے کہ میں نے بڑا مفصل جواب لکھا ہے۔ یہ خط پڑھ کر میرے دل میں اپنے مضمون کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی کہ واقعتاً خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک لاجواب مضمون نوک قلم پر آ گیا۔ خط میں اصل موضوع کو چھوڑ کر بلکہ اس کے جواب سے عاجز آ کر ادھر ادھر کی باتوں میں اوراق سیاہ کئے ہیں۔ اور یہ خط بتا رہا ہے کہ اب غیر مقلدین اہل السنۃ کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔

پہلی فتح:

غیر مقلدین اپنا امتیاز یہی بتایا کرتے تھے کہ اہل حدیث کے دو اصول: فرمانِ خدا، فرمان رسول۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ پہلے دن سے چار دلیلوں کے قائل ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع امت اور قیاس۔ اس خط میں مجیب نے نام نہاد اہل حدیث کو جھوٹا قرار دے کر اہل سنت والجماعت کی طرح چاروں دلائل کو دلائل شرعیہ مان لیا ہے، جو اہل سنت کی بہت بڑی فتح ہے۔ کیونکہ بحث و تحقیق کا سارا دارو مدار دلائل پر ہی ہوتا ہے۔ اس نے یہ مان لیا ہے کہ اجماع کا ماننا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ معلوم ہوا جو غیر مقلد اجماع کو نہیں مانتے وہ اہل حدیث نہیں بلکہ منکرِ

قرآن ہیں اور لکھا ہے کہ اجتہاد کا ماننا اجماع سے ثابت ہے۔ گویا جو اجتہادی مسائل کا انکار کرتا ہے وہ اجماع کا منکر ہے اور اجماع کا منکر قرآن کا منکر ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے وہ کون نام نہاد اہل حدیث ہے جس نے غیر مقلدیت کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ ہم نے اسے چوہدری زبیر علی زئی لکھا تھا۔ مگر اس خط میں اس نے اس بات پر بہت ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ خط ص ۱۲ پر اپنا شجرہ نسب لکھا ہے جو پیرداد خاں پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اب موصوف کو چوہدری نہیں لکھیں گے بلکہ آلِ پیرداد ہی لکھیں گے۔ ان کے گاؤں کا نام بھی پیرداد ہے اور مورثِ اعلیٰ کا نام بھی پیرداد ہے۔

ایک اہم واقعہ:

ایک بہت بڑا گاؤں تھا جہاں بہت سے گھر اہل السنۃ والجماعت کے تھے جو مذہب حنفی اور منزل محمدی کے قائل تھے۔ کچھ لوگ نبی پاک ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کی پاکباز جماعت سے اتنے بیزار تھے کہ انہیں اہل السنۃ والجماعۃ نام بھی پسند نہ آیا اور وہ اہل حدیث کہلاتے تھے۔ نصف صدی کا عرصہ گزر گیا تو اسی گاؤں میں ایک عجیب حادثہ پیش آیا کہ جو لوگ اہل سنت تھے وہ تو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن اہل حدیث کہلانے والوں میں سے کچھ لوگ اہل قرآن بن گئے، کچھ رافضی بن گئے اور کچھ قادیانی ہو گئے۔ یہ حادثہ نام نہاد اہل حدیث کے لئے بہت پریشان کن تھا۔

پہلی شکست:

ایک نام نہاد اہل حدیث عالم جو ایک بڑے مدرسے کا شیخ الحدیث بھی تھا، اور وہ خود بھی اپنے آپ کو مجتہدِ زمانہ بلکہ خیر القرون کے مجتہدین کا ناقد سمجھتا تھا اور اس کا فرقہ بھی خیر القرون کے صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں اس کو بہت قد آور علامہ سمجھتا تھا، اس گاؤں کے لوگوں کو دوبارہ اہل حدیث کرنے گیا۔ تو پہلا واسطہ اسے اہلِ قرآن سے پڑا۔ اس نے کہا مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ اہل حدیث تھے۔ اب گمراہ ہو کر اہل قرآن بن گئے ہو۔ اس نے کہا مولوی صاحب توبہ کرو۔ کیا قرآن کو ماننے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں، آپ قرآن کی ایک ہی آیت پیش کریں کہ قرآن دنیا کو گمراہ کرنے آیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ یہ تھیلے میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ کتابیں تمہاری ہدایت کے لئے لایا ہوں۔ یہ صحاح ستہ حدیث کی کتب ہیں۔ انہوں نے کہا پھر قرآن پاک نکال کر وہ آیت دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے قرآن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نازل کیا ہے اور اہل قرآن کافر گمراہ ہوں گے۔ مگر ان لوگوں کی حیرت کی انتہاء نہ رہی جب دیکھا کہ اس کے تھیلے میں قرآن پاک سرے سے موجود ہی نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا واقعۃً آپ قران پاک کو ہدایت کی کتاب ہی نہیں مانتے؟ اس بات کا ان لوگوں نے بہت برا منایا۔ پھر انہوں نے صحاحِ ستہ ہی کی دو تین کتابوں سے رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان دکھایا کہ آپ ؐ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو، اور اس سے مطالبہ کیا کہ تم ایک حدیث تو یہ دکھاؤ کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ قرآن پاک کے ماننے والے اہل قرآن کافر اور گمراہ ہیں۔ اور دوسری یہ حدیث دکھاؤ کہ قرآن کو کتابِ ہدایت نہ ماننے والے اہل حدیث جنتی گروہ ہیں۔ شیخ صاحب ان کا مطالبہ تو پورا نہ کر سکے مگر بڑے جلال میں فرما رہے تھے کہ تم قرآن پاک سے پانچوں نمازوں کی رکعتیں دکھاؤ ورنہ تم گمراہ ہو، بے دین ہو۔ اس نے کہا حضرت ذرا غصہ تھوک دیں، جوش سے ہوش میں آئیں۔ آپ ذرا صحاحِ ستہ سے نماز کی مکمل شرائط، اس کے ارکان اور ان کی ترتیب واجبات اور ان کی ترتیب سنن اور ان کی ترتیب مستحبات اور ان کی ترتیب مباحات، مکروہات اور مفسدات مکمل طور پر دکھادیں۔ اب تو شیخ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہوگئی۔ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ آخر جھلا کر کہنے لگا ہم ان فرائض سنتوں وغیرہ کو نہیں مانتے۔ اس نے کہا ہم تمہاری بیان

کردہ رکعتوں کونہیں مانتے ۔اور ساتھ ہی پوچھا کہ دیکھو نسائی نے تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کا باب باندھا ہے۔اب آپ یا تو حدیث میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ فرض کا لفظ دکھائیں، پھر حدیث کے ترجمہ سے فرض کی جامع مانع تعریف دکھائیں اور پھر فرض کے انکار کرنے والے اور ترک کرنے والے کا حکم دکھائیں کہ وہ کافر ہے یا فاسق۔اور اگر نہ دکھا سکو اور صبح قیامت تک نہ دکھا سکو گے تو یہ لکھ دو کہ یہ باب بخاری اور نسائی نے رائے سے باندھا ہے۔اور بخاری اور نسائی اہل حدیث نہیں تھے بلکہ اہل الرائے تھے۔اور آپ لوگ جو ان اہل الرائے کی کتابوں سے ہدایت تلاش کرتے ہیں اہل الرائے ہوئے نہ کہ اہل حدیث اور جب تم خود اہل حدیث نہیں ہو تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت کیوں دینے آئے ہو۔ **لم تقولون مالا تفعلون.**

کل کی پیداوار:

اب شیخ جی نے بڑے جوش میں کہا یہ اہل قرآن گمراہ فرقہ ہے۔یہ تو کل کی پیداوار ہے۔انگریز کے دور سے پہلے اس فرقہ کا نام ونشان نہ تھا۔نہ ان کا ترجمہ قرآن، نہ کوئی جامع مسجد اہل قرآن، نہ کوئی مدرسہ جامعہ اہل قرآن۔اس نے کہا توبہ کرو۔کیا قرآن کل نازل ہوا ہے؟ آپ بتائیں کہ رسول اقدس ﷺ کے پاس قرآن تھا؟اس نے کہا یقیناً تھا۔اس نے پوچھا قرآن پاک کے علاوہ صحاح ستہ میں کونسی کتاب آپؐ کے پاس تھی جو آپؐ اصحاب صفہ کو پڑھاتے تھے؟ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے نہیں تھی۔انہوں نے پوچھا خلفاءِ راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے پاس قرآن تھا؟اس نے کہا۔یقیناً تھا۔پوچھا صحاحِ ستہ میں سے کون کون سی کتابیں ان کے پاس تھیں؟ کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے اس دور میں نہ تھی۔پھر انہوں نے پوچھا کہ تابعین کے دور میں قرآن پاک تھا؟ وہ کہنے لگا کہ یقیناً۔انہوں نے پوچھا ایک بھی تابعی یا تبع تابعی کے پاس صحاحِ ستہ میں سے کوئی کتاب تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی کسی تابعی یا تبع تابعی کے پاس نہ تھی۔انہوں نے کہا ائمہ اربعہ میں سے سب کے پاس قرآن تھا؟ کہنے لگا یقیناً تھا۔پوچھا کہ ان میں سے کسی ایک کے پاس ان چھ کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب بھی تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی اس وقت نہ تھی۔انہوں نے کہا کیا صحابہ تابعین تبع تابعین صحاح ستہ کے جانے بغیر صحیح مسلمان تھے۔اب وہ بے چارہ خاموش تھا۔بار بار پیشانی سے پسینہ صاف کر رہا تھا۔ایک اہل سنت بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔اس نے کہا خیر القرون میں جس طرح قرآن پاک تلاوۃً متواتر تھا اسی طرح سنت عملاً متواتر تھی، جس طرح صحابہ کرام کے متواتر قرآن کو سات قاریوں نے مرتب کرلیا، اسی طرح سنت متواترہ کو چار ائمہ مجتہدین نے مدون اور مرتب کرلیا۔اور ساتوں قرأتیں اور چاروں مذاہب صحاح ستہ کے وجود سے پہلے ہی متواتر تھے۔

تقلید:

اب شیخ جی پسینہ پونچھتے ہوئے کہنے لگے، دیکھو اس بات میں تو اہل حدیث اور اہل قرآن کا اتفاق ہے کہ امتی کی تقلید حرام ہے بلکہ شرک ہے اور تمام مقلدین مشرک ہیں۔اس اہل قرآن نے کہا کہ ہم بھی واقعی امتی کی تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں اور تم بھی زبان سے کہتے ہو کہ امتیوں کی تقلید شرک ہے۔مگر تمہارے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہیں۔فقہاء مجتہدین جن کی طرف رجوع کا قرآن میں حکم ہے ان کی تقلید کو تم شرک کہتے ہو۔مثلاً امام شافعیؒ کی تقلید آپ کے ہاں شرک ہے اور ان کے مقلدین نووی ہوں یا ابن حجر سب کے سب مشرک ہیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ امامِ شافعیؒ پر تو تم یہود کے احبار رہبان والی آیتیں فٹ کرتے ہو، مشرکین والی آیات ان پر پڑھتے ہو لیکن محدثین کی تقلید دن رات کرتے ہو۔ جس حدیث کو ایک شافعی محدث اپنی رائے سے صحیح کہہ دے تم بھی اس کی تقلید میں اس کو صحیح کہتے ہو۔ اور جس کو امامِ شافعی کا مقلد اپنی رائے سے ضعیف کہہ دے تم اس کی تقلید میں اس کو ضعیف کہتے ہو۔ جبکہ محدثین کی تقلید کا نہ قرآن میں کہیں اشارہ ہے نہ حدیث میں۔ میں اسی لئے تو اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں، کیونکہ اہل قرآن خالص غیر مقلد ہیں، وہ نہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں نہ محدثین کی اور اہل حدیث منافق غیر مقلد ہیں کہ زبان سے تقلید کو حرام کہتے ہیں اور عملاً محدثین کے اندھے مقلد ہیں، وہ بھی شافعی مقلدین کے۔ میں اسی لئے اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں۔ کیونکہ زبان سے دونوں فرقے تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ مگر اہل قرآن واقعتاً موحد غیر مقلد ہیں اور اہل حدیث مشرک غیر مقلد ہیں۔ کیونکہ شافعیؒ کے مقلد محدثین جو ان کے ہاں مشرک ہیں یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ ان کو دعوت دے رہے تھے کہ آؤ نفاق اور شرک سے توبہ کرو اور اہل قرآن بن جاؤ۔

یاد رہے آلِ پیرداد نے بھی اپنے خط میں امام سیوطی، علامہ انور شاہؒ، مفتی رشید احمد، ابن تیمیہ، عبدالحیٔ لکھنوی، بیہقی، وحید الزمان، ابوبکر بن العربی، ابوالعباس، ابن الصلاح، اسفرائنی، عینی، ابن ہمام وغیرہ کے اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جبکہ ہم نے ان میں سے کسی کی تقلید کا بھی التزام نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ آل پیرداد منافق اور مشرک غیر مقلد ہیں۔ حالانکہ خود اپنے خط میں لکھتا ہے کہ مقلد کے لئے صرف اس کے امام کا قول حجت ہے تو اس کو صرف ہمارے امام کا مفتی بہ قول بطور حجت ہمارے سامنے پیش کرنا چاہئے تھا جو وہ نہ کر سکا ہے نہ قیامت تک کر سکے گا۔ ہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کو مفرور مکی، حضرت تھانویؒ کو گستاخ رسول، علامہ انور شاہؒ، مولانا خیر محمد کو غالی، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کو نیش زن، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو غیر ثقہ مقلد، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو مشہور غالی دیوبندی، تمام دیوبندیوں کو گمراہ، غالی، مشرک، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کو کذاب، وضاع، خائن، تمام فقہاء کرام کو کذاب دجال، اہل الرائے، اعداء السنن، تمام مقلدین کو جاہل، اس عاجز کو کذاب مفتری نفس پرست، فسادی، بغیض، معاند، فرقہ پرست، شدید جاہل لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اس خط کے پڑھنے والے کو ایک ایک حرف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمارے جواب سے کتنا عاجز ہے۔ اور گالیاں دینے میں مجھے، میرے معاصرین اور میرے اکابرین کسی کو معاف نہیں کیا۔ میں آلِ پیرداد کو صرف دو حدیثیں یاد دلاؤں گا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا **لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا**۔ اور یہ بھی یاد کرے کہ گالیاں دینا حدیث میں منافق کی علامت بیان فرمائی ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔

سلفی:

اس اہل قرآن نے کہا کہ ادھر آپ تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں۔ ادھر جب سے آپ کو سعودیہ کے پٹرول کے پیسے ملنے لگے ہیں آپ اہل حدیث نام چھوڑ کر سلفی بن گئے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سعودیہ کا پٹرول نکلنے سے پہلے آپ کے کسی مدرسے کا نام جامعہ سلفیہ ہو۔ مولوی اسماعیل صاحب گوجرانوالوی سے پہلے کوئی آپ کا عالم سلفی کہلایا ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سلفی کا مطلب یہی ہے نا کہ سلف کی تقلید کرنے والے۔ اب سعودیہ کے حنابلہ مقلدین کو خوش کرنے کے لئے یہ تقلیدی نسبتیں آپ نے اپنے نام میں شامل کر لی ہیں۔ رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا تھا **علیکم بسنتی**، میری سنت کو لازم پکڑو مگر آپ کو اہل سنت نام ہی پسند نہ آیا۔ آپؐ نے فرمایا تھا: **علیکم بالجماعۃ**

جماعت کو لازم پکڑو مگر جناب نے والجماعت کا لفظ نام میں سے نکال پھینکا اور خیر القرون کے مجتہدین کی طرف نسبت پسند نہ آئی۔ ہاں ایک مبہم سی تقلیدی نسبت سلفی رکھ لی اور تقلید ابن حجر اور نووی وغیرہ کی کر لی۔ کیا خیر القرون کے ائمہ اسلاف میں سے نہیں کہ ان کی تقلید کرنے والوں کو آپ سلفی نہیں سمجھتے اور اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرنے والے کو سلفی کہا جاتا ہے۔ کوئی اہل حدیث نام چھوڑ کر اثری بن گئے ہیں۔ جب آپ خود اہل حدیث نام سے ہی بیزار ہو گئے ہیں تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت دینے کا کیا مطلب؟ آپ کا صحیح نام تو یا نفس پرست ہے یا مقلد پرست۔

ماننا:

شیخ جی نے کہا کہ نہیں، ہمارا اصل نام اہل حدیث ہی ہے۔ اگرچہ ہمارا یہ نام اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا اور نہ ہی رسول پاک ﷺ نے رکھا ہے۔ مگر اس کا معنی ہے حدیث کو ماننے والے۔ انہوں نے کہا پھر اہل قرآن کا معنی ہے قرآن کو ماننے والے تو یہ نام اہل حدیث سے تو بہت اچھا رہا اور اہل سنت کا معنی ہے سنت کو ماننے والے۔ یہ نام بھی رسول اقدس ﷺ کا رکھا ہوا ہے **علیکم بسنتی** تو اس نام سے آپ کو بغض کیوں؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ اہل قرآن تو پورے قرآن کو مانتے ہیں اور اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور عمل کرتے ہیں کیا تم بھی تمام حدیثوں کو مانتے ہو اور سب پر عمل کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ قرآن پاک کی کوئی ایک آیت بھی ضعیف یا من گھڑت نہیں اس لئے اہل قرآن تو پورے قرآن کو مان سکتے ہیں اور سنت بھی عملاً متواتر ہے۔ ایک بھی سنت ضعیف یا من گھڑت نہیں۔ اس لئے اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ مگر حدیثیں تو بہت سی ضعیف ہیں اور بہت سی من گھڑت ہیں، ہم سب حدیثوں کو کیسے مان سکتے ہیں۔ اور سب پر کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوا قرآن اور سنت میں کوئی تقسیم نہیں کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف ہے البتہ حدیث میں تقسیم ہے تو اہل حدیث کی بھی اتنی ہی قسمیں ہوں گی جتنی قسمیں حدیث کی ہیں۔ کوئی ضعیف اہل حدیث ہوگا، کوئی من گھڑت اہل حدیث یا ایک ہی نام نہاد اہل حدیث کسی وقت صحیح اہل حدیث ہوگا کبھی حسن اہل حدیث کبھی ضعیف اہل حدیث، کبھی مضطرب اہل حدیث، کبھی من گھڑت اہل حدیث، کبھی جوٹا اہل حدیث اور ان احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ وہ اپنی رائے سے کہے گا تو وہ اہل الرائے اہل حدیث ہوگا اور یا کسی محدث کی تقلید سے کہے گا تو تقلید پرست مشرک اہل حدیث ہوگا۔

صحیح حدیث پر عمل

شیخ جی نے کہا ہم لوگ صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بتاؤ کسی حدیث کو صحیح کون کہے گا نہ اللہ نے کسی حدیث کو صحیح کہا نہ رسول نے۔ یا آپ اپنی رائے سے اس کو صحیح کہیں گے یا کسی اور امتی محدث کی رائے سے۔ اس لئے حدیث کو ضعیف کہنے کے لئے آپ کو امت پرست اور رائے پرست بننا پڑے گا۔ اہل قرآن نے پوچھا' شیخ جی ذرا صحیح حدیث کی تعریف قرآن یا صحیح حدیث کے ترجمہ سے دکھا دیں اور وہ تعریف جامع مانع ہو۔ تم قیامت تک نہیں دکھا سکو گے۔ واقعتاً یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ لوگ حدیث کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں (الحطہ صدیق الحسن) مگر یہ تعریف نہ آج تک قرآن پاک سے دکھا سکے کہ خداوند قدوس نے فرمایا ہو کہ نبی' صحابی اور تابعی کے قول فعل اور تقریر کو حدیث کہنا نہ حدیث رسول سے دکھا سکے۔ اسی طرح صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی تعریف بھی یہ نہ قرآن سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث سے۔ اسی لئے اب آل پیرداد نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کی تعریف اجماع سے ثابت ہے۔ لکھتا ہے "اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کا اجماع ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرتیں ہیں۔ ۱۔ راوی کا عادل ہونا' ۲۔ راوی کا ضابط ہونا، ۳۔ سند کا متصل ہونا' ۴۔ شاذ نہ ہونا' ۵۔ معلول نہ ہونا (مقدمہ

ابن الصلاح)"

یہ ابن الصلاح ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے امام شافعی کے مقلد تھے ۲۵ ربیع الثانی ۶۴۳ھ میں وصال پایا (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۴۳۰/ ج ۴) صحابہ کرام کا زمانہ ۱۲۰ھ تک، تابعین کا ۱۷۰ھ تک اور تبع تابعین کا ۲۲۰ھ تک ہے تو آل پیرداد صاحب نے جو جھوٹ بولا ہے کہ اس تعریف پر اجماع ہے تو وہ بتائیں کہ کن کا اجماع ہے صحابہ کا یا تابعین کا یا تبع تابعین کا یا ائمہ اربعہ مجتہدین کا یا صرف شافعی کے مقلدین کا ؟ وہ بھی ساتویں صدی کا۔ جب کے خود ابن صلاح نے دعوی اجماع نہیں کیا۔ اسی صدی کے دوسرے شافعی مقلد علامہ نووی نے صحیح حدیث کی دس تعریفیں لکھی ہیں (مقدمہ شرح مسلم) جب خود شوافع کا اس ایک تعریف پر ہی اتفاق نہیں بلکہ دس تعریفیں ہیں تو آل پیرداد کا دعوی اجماع بالکل جھوٹا نکلا۔ ہاں اسے صاف اعتراف کرنا چاہئے کہ میں شافعی کے بعض مقلدین کی تقلید میں یہ تعریف لکھ رہا ہوں۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں، اور نہ کسی مجتہد نے کی ہے۔ امام نووی بھی امام شافعی کے مقلد تھے ان کی پیدائش محرم ۶۳۱ھ میں اور وفات ۲۴ رجب ۶۷۶ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۹۸/ ج ۴) اب اس تعریف کے بارہ میں صحابہ کرام کی مراسیل بھی صحیح نہیں ہوں گی حالانکہ ان کی صحت پر اجماع ہے تابعین کی مراسیل بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں صحیح ہیں (مقدمہ نووی) بلاغات مالک تمام محدثین کے ہاں صحیح ہیں۔ تعلیقات بخاری جو صیغہ جزم سے ہیں ان کو محدثین صحیح مانتے ہیں۔ یہ سب باتیں آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف کے خلاف ہیں۔ امام محمد بن سیرینؒ جن کا وصال شوال ۱۱۰ھ میں ہوا، وہ صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ سند نہیں پوچھا کرتے تھے (مقدمہ مسلم) تو آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف جو ایک مقلد کی تقلید میں لکھی ہے یقیناً صحابہ اور تابعین کے اجماع کے خلاف ہے۔ یہ بھی یاد رہے اس تعریف سے بھی زیادہ سے زیادہ سند کی صحت ثابت ہوگی جس کو متن کی صحت لازم نہیں ----- آل پیرداد کے ممدوح ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں " پھر اس بات سے تو اصول حدیث کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں (توضیح الکلام ص ۱۷۱/ ج ۲ بحوالہ نصب الرایہ ص ۳۴۷/ ج ۱) پھر لکھتے ہیں کہ " اسناد حسن کہنے سے حدیث کا حسن ہونا لازم نہیں آتا۔ علم حدیث کے کسی طالب علم سے بھی یہ بات مخفی نہیں (توضیح الکلام ص ۳۰۳/ ج ۲) مزید لکھتے ہیں " صحت اسناد اور راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا " (توضیح الکلام ص ۶۸۳/ ج ۲) پھر لکھتے ہیں " ہمیں تسلیم ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ طے شدہ اصول ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ جب تک کہ دیگر علل سے بھی وہ روایت پاک نہ ہو وہ روایت صحیح نہیں ہوسکتی۔ (توضیح الکلام ص ۱۳۰/ ج ۱) یہی بات جناب مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب نے بار بار دھرائی ہے دیکھو ابکار المنن ص ۲۸، ۵۷، ۷۲، ۷۷، ۱۸۵۔ خود آل پیرداد لکھتا ہے " اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہو مگر محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف کہا ہو تو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔ نور العینین ص ۴۱ ۔ اسی کا نام ہے مقلد محدثین کی اندھی تقلید۔ نیز آل پیرداد لکھتا ہے علل حدیث کے ماہر اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فن حدیث میں ان کی بات حجت ہے۔ (نور العینین ص ۹۹) امام شافعی کے مقلدین کی بات کو حجت ماننا یہی تقلید ہے البتہ مجتہد کی تقلید محمود ہے۔ اور غیر مجتہد کی مذموم یہی آل پیرداد کررہا ہے۔ اب سند کا تو اعتبار ہی نہ رہا جس پر آل پیرداد نے اجماع نقل کیا تھا یہ اس سے خود ہی باغی ہوگیا۔ اب آخری سہارا حدیث کی صحیح اور ضعیف کی پہچان کا کیا رہا؟ وہ بھی آل پیرداد سے سنیں ! لکھتا ہے ثقہ (بالا جماع) عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا معرفت حدیث الہام ہے۔ ابن نمیر نے کہا ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔ (نور العینین ص ۵۸) گویا اب سند صحیح بھی ہو محدث کو الہام ہوجائے کہ صحیح نہیں تو وہ صحیح نہ

رہے گی۔اور بلا دلیل اس کو صحیح مان لیا جائے گا۔اب آل پیرداد کے ہاں سارا مدار الہام پر رہ گیا جو حجت شرعی نہیں ہے۔تو محدثین کا کسی حدیث کو الہام سے صحیح یا ضعیف قرار دینا دلیل شرعی کا فیصلہ ہرگز نہیں۔

شرم کی بات:

یہ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ جن مقلدین کو آل پیرداد مشرک سمجھتا ہے انہی سے صحیح حدیث کی تعریف کی بھیک مانگتا ہے۔غیر مقلدین کی اپنی اصول کی کوئی کتاب نہیں۔جب کے اہل سنت والجماعت حنفی خود اپنے اصول کی کتابیں رکھتے ہیں۔اصول الشاشی ۳۲۵ھ (الاعلام زرکلی ص ۲۸۴/ ج ۱) امام کرخیؒ جو امام بردعی کے اور وہ امام اسماعیل بن حماد کے اور وہ حماد بن ابی حنیفہ کے اور وہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔امام کرخیؒ ۳۴۰ھ نے اصول کرخی لکھی پھر امام کرخیؒ کے شاگرد ابوبکر الجصاص الرازی ۳۷۰ھ نے اصول پر کتاب لکھی۔پھر القاضی الدبوسی ۴۳۰ھ نے "تاسیس النظر" امام سرخسی ۴۸۳ھ نے اصول سرخسی فخر الاسلام بزدوی ۴۸۲ھ نے اصول بزدوی لکھی۔اصول کی یہ کتابیں ابن الصلاح سے پہلے کی ہیں۔ان میں سے کسی ایک نے بھی صحیح حدیث کی وہ تعریف نہیں لکھی جو ابن الصلاح سے آل پیرداد نے نقل کی ہے۔آل پیرداد سے ہمارا مطالبہ ہے کہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری اپنی اصول کی کتابیں سن وار بمعہ نام مصنف لکھے اور اس کا غیر مقلد ہونا بھی دلیل شرعی سے ثابت کرے۔پھر آل پیرداد کو کہا جاتا ہے کہ شافعی مقلدین سے چوری کر کے تعریفیں نہ لکھو دلیل شرعی سے لکھو ورنہ چور کی سزا آپ کو بھی معلوم ہے۔

خیر معلوم ہوا کہ ان کا اپنا تو کوئی اصول ہے ہی نہیں نہ ہی صحیح ضعیف کا کوئی معیار ہے۔سارا مدار صرف اور صرف امتیوں کے آراء یا الہامات پر ہے چنانچہ اس اہل قرآن نے صاف کہا کہ ہم آپ جیسے بے اصولے لوگوں کے مذہب پر کیوں رہیں اور منافق غیر مقلد اور مشرک غیر مقلد کیوں بنیں۔اس پر بے چارا شیخ الحدیث ذلت آمیز شکست کے ساتھ وہاں سے لوٹا۔اس سے زیادہ واضح شکست کے ساتھ آل پیرداد لاڑکانہ سے بھاگا وہ اپنے عمل پر دستخط نہ کر سکا۔دلیل کیا دیتا۔اب بھی اس میں صداقت کا کوئی ذرہ ہے تو تجلیات صفدر ص ۸۔۱۰۷/ ج ۱ پر ان کا عمل درج ہے اس پر دستخط کر کے قرآن و حدیث سے اس کے ثبوت کی ذمہ داری لے۔اور پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھئے مگر وہ جھوٹ بول سکتا ہے گالیاں دے سکتا ہے۔اپنے اعمال کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہیں دے سکتا۔اسی طرح جو غیر مقلد تقیہ کر کے کہے کہ میں چار دلائل مانتا ہوں ایسے تقیے باز سے میں نے تجلیات صفدر ص ۱۲۴/ ج ۱ پر چھ سوالات پوچھے ہیں جن کا جواب آل پیرداد پر قرض ہے مگر وہ کبھی نہ دے گا۔آل پیرداد میرے تراویح سے متعلقہ ایک مختصر سے مضمون کا جواب لکھنے بیٹھا مگر یہ جواب اس کے بس میں نہ تھا۔اس لئے اصل مبحث سے فرار کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ پنڈت سوامی نند کو بھی مات کر دیا۔پہلے تقلید کی بحث چھیڑ دی۔

سنئے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں صحابہ کے زمانے سے لوگ یہاں تک کہ مذاہب اربعہ ظاہر ہوئے ہمیشہ کسی نہ کسی عالم کی تقلید کرتے رہے۔اس پر کسی ایسے شخص نے نکیر نہیں فرمائی جس کی نکیر کا اعتبار ہو اور اگر تقلید باطل ہوتی تو ضرور انکار فرماتے۔(عقد الجید ص ۵۰) یہ بات انہوں نے عز الدین بن عبد السلام سے نقل فرمائی ہے۔ان دو شہادتوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین میں ایک بھی منکر تقلید نہیں تھا اس کے بعد کے حالات مورخ ابن خلدون یوں لکھتے ہیں: دیار و امصار میں (پوری دنیا میں) ان ائمہ اربعہ کی تقلید ٹھہر گئی۔اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کے دروازے اور راستے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحاتِ علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد ایسے شخص کی طرف مستند نہ ہو جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔(جیسے آج کے

لا مذہب ہیں) یا اس کی رائے یا دین قابل وثوق نہ ہو (جیسے آج کل کے غیر مقلدین) لہٰذا علماء زمانہ نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح کر دی۔ اور انہیں مجتہدین کی تقلید کے لئے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے لوگوں کو ہدایت کرنے لگے اور چونکہ تداولِ تقلید (کبھی کسی کی تقلید کبھی کسی کی) میں تلاعب ہے (یعنی دین کو کھلونا بنانا ہے)۔ لہٰذا کبھی ان کی اور کبھی ان کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے۔ اور صرف نقل مذاہب باقی رہ گئے اور بعد صحیح اصول واتصال سند بالروایۃ ہر مقلد اپنے اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں۔ اور فی زمانناً مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور (چھوڑی ہوئی) ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے (مقدمہ ابن خلدون۔ خیر التنقید ص ۲۷) نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "مذاہب اربعہ کے اختیار کی تاکید اور ان کو چھوڑنے کی شدید ممانعت' جان لینا چاہئے کہ ان مذاہب کے اختیار میں ایک عظیم الشان مصلحت اور ان کے چھوڑنے میں بڑا فساد ہے۔ ہم اس کو دلائل سے بیان کریں گے۔ اول امت نے اتفاق (اجماع) کیا ہے کہ معرفت شریعت میں سلف پر اعتماد کریں گے چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اور اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا ہے اور عقل اس کی تحسین پر دال ہے اس لئے کہ شریعت نقل (منصوص مسائل میں) اور استنباط (اجتہادی مسائل میں) سے معلوم ہوئی اور نقل اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی کہ ہر طبقہ اپنے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتا رہا اور استنباط میں بھی مذاہب متقدمین کا علم ضروری ہے۔ تاکہ ان کے مذاہب سے باہر نکل کر اجماع نہ توڑ دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ مذاہب متقدمین پر اپنا قول مبنی کرے اور نیز اس استنباط میں گذشتہ لوگوں سے مدد لے کیونکہ تمام فنون مثلاً صرف، نحو، طب، شعر، آہنگری، بڑھئی گیری اور رنگ ریزی کسی کو ان میں سے کوئی فن اس وقت تک نہ آیا جب تک ماہر فن کے ساتھ نہ رہا اس کے علاوہ نادر اور بعید ہے۔ ایسا کبھی نہ ہوا اگرچہ عقلاً ممکن ہے (مگر عادتاً محال ہے) جب سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا متعین ہے تو اور ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے سند صحیح سے مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون موجود ہوں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان اقوال کو زیر بحث بھی لایا گیا ہو کہ اس کے محتملات کے راجح کو بیان کر دیا گیا ہو اور بعض مواقع میں عموم کی تخصیص، کسی جگہ مطلق کی تقیید کی گئی ہو۔ اور ان اقوال کے مختلف فیھا میں جمع کی شکل نکالی گئی ہو۔ مزید برآں ان کے احکام کی علل بھی بیان شدہ ہوں اور اب آخری زمانوں میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں۔ ہاں بمشکل مذہب امامیہ اور زیدیہ کو کہا جا سکتا ہے مگر وہ اہل بدعت ہیں۔ ان کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ دوم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سواد اعظم کی تابعداری کرو اور چونکہ حق اور سچ مذاہب ان چار کے علاوہ مفقود ہو گئے (مٹ گئے) تو اب وہ ان مذاہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے، اور ان سے باہر نکلنا سوادِ اعظم سے باہر نکلنا ہے (اور سواد اعظم سے باہر نکلنے والے کو رسول اقدس ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے)۔ سوم جب خیر القرون (ہم سے) بعید ترین ہو گیا امانات ضائع ہو گئیں (ہر ماہر فن اپنے فن کا امین ہوتا ہے، کسی نا اہل کا اہل فن کا منہ چڑانا اس فن کو ضائع کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں اور اُمور نا اہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو سمجھو قیامت ٹوٹ پڑی، بخاری) تو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ ظالم قاضیوں اور خواہش پرست مفتیوں کے اقوال پر اعتماد کیا جائے (جب وہ نفس پرستی سے اپنی رائے بیان کریں اور ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دیں) یہاں تک کہ وہ اپنے قول کو صراحتاً یا دلالۃً کسی ایسے شخص کی طرف منسوب کریں جو صدق وامانت میں مشہور ہو اور نیز اس کا وہ قول محفوظ بھی ہو، اور نہ ہی اس کے قول پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ آیا اس میں شرائط اجتہاد بھی پوری ہیں یا نہیں؟ اب جب ہم علماء کو دیکھیں کہ وہ مذاہب سلف میں ثابت قدم ہیں تو ان کے اقوالِ سلف سے تخریجات یا ان کے خود کتاب وسنت سے استنباط میں تصدیق کی جا سکتی ہے۔ اور جب ہم علماء میں یہ بات نہ دیکھیں تو ان کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ اسی معنی کی طرف حضرت عمر بن الخطابؓ نے اشارہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ منافق کا قرآن سے جھگڑنا اسلام

کی دیواروں کو متزلزل کردے گا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جس کو اتباع کرنی ہو وہ سلف کی اتباع کرے (عقد الجید ص ۵۳ تا ص ۵۸) آل پیرداد کے معتمد علیہ امام طحطاویؒ فرماتے ہیں جو ان چاروں مذاہب سے نکل جائے وہ اہل بدعت میں سے ہے (اہل سنت نہیں) اور جہنمی ہے۔

وضاحت

عزالدین بن عبدالسلام، علامہ ابن خلدون، شاہ ولی اللہ اور علامہ طحطاوی نے یہ امت کا اجماعی عمل اور اتفاق منشور نقل فرمایا ہے اور اس پر کسی مسلمہ اور قابل اعتماد شخص سے انکار ثابت نہیں۔ اگر آل پیرداد تقیہ باز نہیں واقعی نام نہاد اہل حدیث مذہب سے توبہ کر کے اجماع کو دلیل شرعی ماننے لگ گیا ہے تو اس اجماع کو تسلیم کر لینا چاہئے، ورنہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اجماع کا نام تقیہ بازی سے لیتا ہے۔ (ب) یہ بھی معلوم ہوا کہ نقل مذہب کے دو ہی طریقے ہیں، متواترات جو یقینی ہیں اور مشہورات جو اطمینان بخش ہیں۔ ان کا مدار سند پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی متداول کتابوں پر ہوتا ہے جو اہل فن کی تحقیقات وتشریحات سے مزین ہوں۔ ہاں اخبار احاد جن میں زیادہ سے زیادہ ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے وہ سند کی محتاج ہوتی ہیں۔ آل پیرداد کا ہر جگہ سند کا مطالبہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان لامذہبوں کے ہاں یہود و نصاریٰ، ہنود و مجوس کی طرح ایک مسئلہ بھی نہ یقینی ہے نہ اطمینان بخش۔ سارا دین ہی ظنیات کا پلندہ ہے۔ ایسے متون متواترہ کے خلاف شاذ اقوال اکٹھے کرنے میں آل پیرداد یہود ونصاریٰ کا اندھا مقلد ہے۔ وہ بھی متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ ومردود قرأتیں جمع کرتے رہتے ہیں۔ آل پیرداد کو فہمائش کی جاتی ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی اندھی تقلید سے توبہ کرے، متواترات کو تواتر سے، مشہورات کو شہرت سے اور احاد کو سندوں سے ثابت کرے۔ (ج) یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہی چاروں مذہب اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان سے باہر نکلنے والے "غیر مقلد "اہل بدعت بھی ہیں اور دوزخی بھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اقتباس واستدلال سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس کتاب پر اہل فن کی تنقید وتشریح ہو چکی ہے یا کسی کی محض شخصی رائے ہے۔ حوالہ صرف ایسی کتاب سے دینا چاہئے جو اہل فن کے ہاں منقح ہو۔ مگر آل پیرداد اور اُس کا فرقہ اس اصول سے بھی باغی ہے۔

دلائل اہل سنت:

اہل سنت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے اصول فقہ میں ہے کہ دلائل چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس

تقلید کا تعلق مسائل اجتہادیہ سے ہوتا ہے۔ اجتہادی مسائل میں وہ اپنے مذہب کے مفتی بہا اور معمول بہا اقوال کا پابند ہے۔ اس لئے "آل پیرداد" کا فرض تھا کہ اس نے اگر الزامی جواب دینا تھا تو مذہب حنفی کا مفتی بہ قول پیش کرتا۔ یہ صبح قیامت تک کسی لامذہب کے اختیار میں نہیں۔ اس کے علاوہ غیر مفتی بہ قول خود امام کی طرف بھی منسوب ہو تو حجت نہیں۔ اس لئے حنفی مذہب کے مفتی بہا اقوال کے علاوہ جتنے اقوال وہ نقل کرتا ہے یہ سب اس کی جہالتیں اور شرارتیں ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کی کوئی تقسیم نہیں۔ اس لئے ہمیں حق ہوگا کہ ہر غیر مقلد کا قول بطور الزام پیش کریں، خواہ وہ تقلید چھوڑ کر اہل حدیث کہلاتا ہو یا اہل قرآن۔ محمدی کہلاتا ہو یا احمدی۔ اجتہادی مسائل میں مفتی بہ قول کی پابندی کرنے کا یہ مطلب بیان کرنا کہ مقلد قرآن، سنت اور اجماع کو نہیں مانتا نہ ان سے استدلال کر سکتا ہے یہ جھوٹ بھی ہے اور جہالت بھی، جسارت بھی ہے اور شرارت بھی۔ اگر حیاء وشرم کے ذرہ کا کروڑواں حصہ بھی تجھ میں ہے تو ہماری اصول فقہ سے ثابت کرو کہ مقلد قرآن، سنت سے

استدلال نہیں کرسکتا۔اور یہ بھی بتاؤ کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی ، علامہ ابن ہمام حنفی ، علامہ نووی شافعی ، علامہ ابن قدامہ حنبلی مقلدین تھےاورقرآن و سنت سے استدلال کرتے رہے۔اور ہر زمانہ میں ہزاروں مقلدین علماء قرآن وسنت سے استدلال کرتے رہے۔کسی جاہل نے اس پر انکار نہیں کیا ،سوائے آل پیرداد کے۔

اب ذرا دوسرا رخ دیکھیں۔غیر مقلدین نے پورے ملک میں یہی شور مچا رکھا ہے:

دلیل شرعی صرف قرآن حدیث ہے۔لکھتے ہیں اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول۔لیکن آل پیرداد نے سب غیر مقلدوں کو اس دعویٰ میں جھوٹا قرار دے دیا ہےاوراحناف کی تقلید میں چار دلائل کا قائل ہوگیا ہے۔لیکن یہ اس نے صرف تقیۃً لکھا ہے۔اگر وہ سچا ہےتو اجماع کے منکر غیر مقلدین کو نام بنام دوزخی لکھےاور قیاس واجتہاد کے منکرین کو بدعتی لکھےاور ایسے تقیہ باز غیر مقلد سے میں نے چھ سوالات "تجلیات صفدر" ص ۱۲۳،۱۲۴ ج ا پر کرر کھے ہیں۔ان کا جواب دلیل شرعی سے لکھےاور ہر جواب کے ساتھ دلیل کا نمبر بھی لکھے،یعنی اگر جواب "قرآن پاک" سے دے تو ساتھ دلیل نمبر ایک لکھے۔اگر جواب "حدیث صحیح صریح غیر معارض" سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر دوم لکھے۔اگر جواب اجماع سے دے تو اس جواب کے ساتھ دلیل نمبر تین لکھےاور اگر جوابِ قیاس سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر چار لکھےاور یہ بھی بتائے کہ یہ قیاس اس کا اپنا ہے یا کسی اور امتی کا۔

صحیحین کے راوی:

آل پیرداد لکھتا ہے "کسے معلوم تھا کہ ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے یہ بدعتی صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھادھند حملے کریں گے۔اور سادہ لوح مسلمانوں میں ان کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے،مگر چاند پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ان شاءاللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔(نورالعینین ص ۱۷۔۱۸) مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عمل جراحی چلایا ہے: (۱)مکحول (صحیح مسلم)، (۲) العلاء بن الحارث (مسلم) ، (۳) ولید بن مسلم (صحیح بخاری وصحیح مسلم) (۴) سعید بن عامر (بخاری ومسلم) (۵) العلاء بن عبدالرحمٰن (مسلم)

اس سے آل پیرداد بتانا یہ چاہتا ہے کہ جو بخاری یا مسلم کے کسی راوی پر جرح کرے وہ بدعتی ہے،مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلنے والا ہے۔اس کا تھوکا اس کے منہ پر اور اس کی کوشش رائیگاں ہے۔لیکن خود بخاری مسلم کے راویوں پر جرح اس کے روزمرہ کا معمول ہے۔امام ابوبکر بن عیاش پر نورالعینین میں خوب جرح کی ہےاور اس خط میں بھی۔محدث علی بن الجعد جو بخاری شریف کا راوی ہے بخاری نے اصول میں بھی اس سے روایات لی ہیں۔متابعت میں بھی،اس پر جرح کرتے ہوئے یہ (آل پیرداد) ایسا اندھا ہوگیا ہے کہ لکھتا ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ کی تکفیر کا قائل تھا۔کیا واقعۃً صحیح بخاری کے راوی ایسے ہی ہیں جو صحابہ کرام کی تکفیر کرتے تھے۔الزام تشیع کا جواب میری تحریر میں موجود تھا۔اس کا جواب نہیں دیا۔امام حفص بن غیاث،امام اعمش ،امام سفیان ثوری کی احادیث محض تدلیس کے الزام میں مردود قرار دے دی ہیں۔حالانکہ احناف کے ہاں خیرالقرون میں تدلیس کوئی جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں ایک متابع یا شاہد مل کائے تو تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے۔اور یہاں اسنادی شواہد کے ساتھ ساتھ عملی تواتر بیس رکعت تراویح کا موجود ہے۔لیکن یہ منکرِ حدیث احادیث کو مردود قرار دے رہا ہے۔

ابوشیبہ:

بیس رکعت تراویح کی مرفوع حدیث کا راوی ابوشیبہ ہے۔ **حدثنا یزید بن ھارون قال اخبرنا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر** (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۴، ج۲) "حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔"

حدثنا احمد بن منیع ثنا زید بن الحباب ثنا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس: کہ حضورؐ نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ ص ۱۰۷) دیکھئے ان دونوں کی سند میں ابراہیم بن عثمان (ابوشیبہ) حکم، مقسم، ابن عباس ہیں۔ ابراہیم بن عثمان کو آل پیرداد کذاب، وضاع، نامعلوم کیا کیا کچھ کہتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یہی راوی جنازہ پر فاتحہ کی حدیث میں بھی آتا ہے اور یہ حدیث صلوٰۃ الرسول میں ہے جس پر آپ کے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔ وہاں آپ کو اس راوی اور اپنے علماء پر غصہ کیوں نہیں آتا۔ اب آل پیرداد لکھتا ہے: یہ جنازہ پر فاتحہ والی روایت اس وجہ سے موضوع نہیں کہ اس کے بہت سے شواہد ہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۴۶۶) حالانکہ صلوٰۃ الرسول ص ۴۶۶ حدیث نمبر ۵۱۷ پر لکھا ہے ضعیف سنن ابن ماجہ۔ یہ سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے) آگے لکھتا ہے بیہقی و کتب حدیث اس روایت سے پہلے حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے صحیح بخاری کی روایت پیش کی ہے جو کہ بالکل صحیح اور انہا سنۃ کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس ابوشیبہ کی روایت کا شاہد اور مؤید ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک روایت بالکل صحیح ہو تو اس کی تائید میں کمزور روایت پیش کرنا حرام وممنوع نہیں ہے۔ اس جملے میں آل پیرداد نے لکھا: "بالکل صحیح" ہے جبکہ بخاری میں سفیان کا عنعنہ ہے اور آل پیرداد کے ہاں یہ سند ضعیف ہے۔ (۲) اس قول ابن عباسؓ کو مرفوع لکھا، جبکہ امام ترمذی نے لکھا ہے والصحیح عن ابن عباس قولہ یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے۔ تو یہ مرفوع حدیث کیسے بن گئی۔ (۳) یہ کہ ایک موقوف قول شاہد ہو تو کذاب وضاع کی حدیث بھی قابل عمل ہو جاتی ہے۔ یہ قاعدہ نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں اور نہ اجماع میں۔ (۴) پھر یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیم بن عثمان جو آل پیرداد کے ہاں کذاب اور وضاع ہے اس کا ایک موقوف شاہد مل جائے تو ابوشیبہ کا کذب بھی ختم اور وضع بھی اور بیس رکعات تراویح پر تمام صحابہ اور امت کا استقرار ہو جائے تو وہ شاہد نہ بن سکے۔ ابوشیبہ بھی کذاب ہی رہے بلکہ اس کو پیش کرنے والا بھی کذاب، وضاع، معاند، نفس پرست کہلائے۔ (۵) ابن عباس کے قول کا متن بخاری نے بکمل نقل نہیں کیا۔ نسائی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن عباسؓ نے فاتحہ پڑھی تو قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا یہ کیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات صحابہ تابعین میں کسی کو معلوم بھی نہ تھی کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ سوال ہمیشہ غیر معروف بات پر ہوتا ہے۔ وضو میں کلی کرتے دیکھ کر کوئی سوال نہیں کرتا کہ یہ کیا؟ اب دیکھئے سند دونوں حدیثوں کی ایک ہے، لیکن بیس تراویح کو عملاً تلقی بالقبول حاصل ہے اور جنازہ میں فاتحہ کو تلقی بالرد ہے اور تلقی بالقبول سے تو ضعیف سند بھی صحیح قرار پاتی ہے۔ اور تلقی بالرد سے صحیح سند بھی شاذ و منکر قرار پاتی ہے۔ لیکن آل پیرداد ایک بے اصول فرقے کا فرد ہے جن کی اپنی کوئی اصول کی کتاب نہیں۔ تو یا اصول لوگ اس بے اصول کی بے اصولیوں کی کیا پرواہ کرتے ہیں۔ الغرض اس سے میرا ایک ہی سوال تھا کہ آپ کسی ایک مسلمہ مجتہد یا محدث کا مستند حوالہ پیش کر دیں کہ دورِ فاروقیؓ سے ملکہ وکٹوریہ کے دور غیر مقلدیت کے جنم تک آٹھ رکعت تراویح پر استقرار رہا ہے۔ اس بارہ میں وہ آج بھی ناکام ہے اور ان شاء اللہ العزیز صبح قیامت تک ناکام رہے گا۔

اوکاڑوی کا تعاقب:

عنوان دے کر لکھتا ہے وہ حیاتی ہے۔آل پیرداد نے امام بیہقی کے ساتھ لفظ حیاتی نہیں لکھا جس نے حیات النبی ﷺ پر پورا رسالہ لکھا ۔علامہ سبکی اور علامہ سیوطی نے بھی اس مسئلہ پر مستقل رسالے لکھے۔بلکہ پہلی تیرہ صدیوں میں وہ ایک مستند محدث کا حوالہ پیش نہیں کر سکتا جس نے کہا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجسام مطہرہ کے ساتھ قبور میں کوئی تعلق نہیں اور وہ روضہ پاک پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔آپ کے شوکانی، نذیر حسین دہلوی، شمس الحق عظیم آبادی، فتاویٰ ستاریہ والا یہ سب حیاتی تھے یا نہیں؟ بلکہ مولوی اسماعیل سلفی سے پہلے کسی لامذہب غیر مقلد سے حیات النبی ﷺ کا انکار ثابت نہیں۔ہاں جو جناب لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اقوال پیش کرنا فضول اور مردود ہے۔اس کی وجہ لکھیں، کیا آپ کے ہاں اہل حدیث ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ وہ مردود الشہادت ہو جاتا ہے۔بیگانوں میں تو کیا اپنوں میں بھی اس کی شہادت مردود اور فضول قرار پاتی ہے۔آپ خود بھی تو اس اصول پر فضول اور مردود الشہادت قرار پائیں گے۔

گستاخ رسول:

احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں ۲۶۰ باتیں نماز کے بارہ میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں۔اس کا نام ہی غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ہے۔آج تک غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ طاری ہے۔اس رسالے نے غیر مقلدین کے اس جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں نہ کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص۴) اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہل حدیث کے بڑے بھائیوں اہل قرآن کی طرف سے نقل کیے گئے تھے جن کا جواب نام نہاد اہل حدیث پر فرض تھا۔مثلاً ص۱۹۷ پر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص۱۹۷، ج۱) لیکن آپؐ نے نماز پڑھائی جبکہ سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی (مسلم ص۱۹۶، ج۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔یہ قول وفعل کا تضاد کیوں ہے (اس کا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے) ص۱۹۸ پر ہے۔آپؐ نے فرمایا کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص۱۹۷ ج۱) لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔اہل قرآن اہل حدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے اور کھیلنے والا کتا نہیں کتیا ہے۔یہ امتیاز شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہوتا ہے یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز ہوتا ہے تو اس نظر پڑنے سے نماز لوٹائی نہیں گئی۔کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہل حدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں۔وہ آج تک جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی اور کتا نہیں تھا کتیا تھی کیسے ہوا تھا۔جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے درمیان سے کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے نہ اہل قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے۔حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں۔کیونکہ اس کو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔لیکن ناشر نے توجہ نہ دی۔اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا۔

کذب وافتراء:

اوکاڑوی حیاتی کا کذب وافترا کا عنوان دیا۔ایک حدیث ہے: عن ابن شهاب بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة (المدونۃ الکبریٰ ص ۱۴۷ ج ۱) ابن شہاب زھری تابعی فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ یہ بات غیر مدرک بالقیاس ہے اور محدثین کا اصول ہے کہ تابعی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتا ہے اور مرسل معتضد باجماع امت حجت ہے اور اس مرسل معتضد کو تلقی بالقبول اور تواتر عملی کا شرف حاصل ہے۔ جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی حکماً تو اس کا ترجمہ یہی ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس جملہ کو مرفوع مان کر ترجمہ کریں، کیا ہوگا؟ اس فرقے کے ہر بڑے چھوٹے کو مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر پڑھ کر یقین کامل ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی ایک مکمل مسئلہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اب میرے مطالبات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو کسی کاتب کی غلطی کا بہانہ بنا کر جواب سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن اب دوپہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ فرقہ عمل بالحدیث کے دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور یہی جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

فراڈ:

میں نے غیر مقلدین کا عجیب فراڈ کا عنوان دے کر لکھا تھا کہ ان کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے دار قطنی، حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملخصاً میں نے لکھا تھا کہ یہ حدیث سرے سے ان کتابوں میں موجود ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو کسی نے صحیح یا حسن کہا ہو۔ یہ اعتراض اتنا زبردست تھا کہ آج تک اس جھوٹ کی سیاہی کوئی اس کے چہرے سے نہ دھو سکا۔ آل پیرداد نے کمال کر دیا کہ یہ حدیث تینوں کتابوں میں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کا حوالہ میں نے دیا ہے "مجموعہ رسائل" ص ۲۸۳، ج ا پر میں اس کی وضاحت کر چکا تھا۔ دیکھو جھوٹ نمبر ۲۹۔ وہ حدیث اسحاق بن ابراہیم زبیدی والی نہیں بلکہ بشر بن رافع والی ہے۔ آل پیرداد خود نظر چیک کروائے۔ جھوٹوں کی حمایت کر کے انسان اسی طرح ذلیل ہوتا ہے۔

تناقضات:

الحمدللہ میں نے اس فرقے کے "جھوٹے دعوے" عمل بالحدیث کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں کہ ایمان کے بعد سب سے اہم فرض نماز ہے۔ یہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور مکمل ترکیب بھی قرآن کے ترجمہ اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ سے نہیں دکھا سکتے۔ اب ہمارے نوجوان ان کے بڑے بڑے مناظروں کے پاس جاتے ہیں کہ آپ یہ تحریر لکھ دیں کہ ہم اپنے مسلک کے مکمل مسائل صرف قرآن پاک اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ میں دکھائیں گے۔ اگر ہم کسی ایک جگہ بھی کسی امتی کا قول پیش کریں تو ہماری شکست ہوگی اور ہم لکھ کر اعتراف کریں گے کہ ہم جھوٹے اہل حدیث ہیں۔ مگر ان کے مناظر اس تحریر پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ آل پیرداد میں اگر صداقت کا ذرہ بھی ہے تو وہ تحریر اپنے دستخطوں سے شائع کر دے۔

ان شاءاللہ وہ جس شہر میں جائے گا ہمارے نوجوان اس سے مکمل نماز کے احکام وترتیب سیکھنے کو تیار ملیں گے۔ اب وہ اپنی پریشانی کو چھپانے کے لئے مجھ پر ذاتی حملے کرتے ہیں۔ کسی کو کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ بالفرض ایسا ہو تو میرا ذاتی گناہ ہوگا۔ اس سے میرے مسلک اہل سنت

والجماعت حنفی پر کیا اثر؟ دیکھو اگر ایک مسلمان جھوٹ بولے تو اس کے اس ذاتی گناہ کی وجہ سے آپ اسلام کو جھوٹا مان لیں گے؟ اور قیامت تو یہ ہے کہ بقول آپ کے جھوٹا جھوٹ بولتا جا رہا ہے اور سچے سچ کو چھپا رہے ہیں۔ وہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب آج تک ثابت نہیں کر سکتے۔ کبھی کہتے ہیں اس کے کلام میں تناقض ہے۔ یہ فرمائیں کہ بالفرض اگر میرے کلام میں کوئی تناقض ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنی مکمل نماز ثابت نہیں کریں گے۔ یا میرے ذاتی فعل سے حنفیت اور اسلام غلط ہو جائے گا۔

دو صحابہ سے عطاء کی ملاقات:

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کو امام کے پیچھے آمین کہتے سنا۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس کی صحت کا انکار کیا۔ خود البانی غیر مقلد بھی کہتا ہے کہ اس کے راوی خالد بن ابی انوف کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔ ہاں بعض جگہ میں نے غیر مقلدین کو الزامی طور پر جواب دیا کہ آپ کے ہاں تو عطاء کو دو سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ اس بات کو انہوں نے تضاد کا نام دیا۔ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہ غیر مقلدین کا عندیہ ہے، جہاں انکار ہے وہ میرا عندیہ ہے۔

ایک اور تناقض:

آل پیرداد لکھتا ہے کہ ایک روایت پر اوکاڑوی صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ام یحیٰ مجہولہ ہیں اور دوسری جگہ ام یحیٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اصل بات صاف ہے کہ ام یحیٰ خیر القرون کی ہیں اور خیر القرون کی جہالت احناف کے ہاں جرح نہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں جرح ہے۔ جہاں میں نے استدلال کیا ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق مسئلہ تھا تو حنفی اصول کو مدنظر رکھا اور وہاں ام یحیٰ کی روایت کے معارض بھی کوئی روایت نہیں۔ اور جہاں اس کو مجہولہ کہا وہ شوافع کے اصول پر کہا۔ غیر مقلد شوافع مقلدین کے مقلد ہیں۔ اور وہاں ام یحیٰ کی روایت "علی صدرہ" کے معارض تحت السرہ کی روایت بھی ہے۔ اس لئے اپنے مسئلہ میں اپنا اصول سامنے رکھا اور غیر مقلدین کے مسئلہ میں ان کا، یہ عین انصاف ہے۔

لاڑکانہ کا مناظرہ:

آٹھ رکعت تراویح پر استقرار ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے جھوٹ بول کر اپنے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر "تجلیات صفدر" ص ۹۹ تا ص ۱۱۰ ج ا پر ہے۔ طالب زیدی اور آل پیرداد کے سامنے ان کا مکمل عمل قرأۃ خلف الامام آمین اور رفع یدین کے بارہ میں لکھ کر پیش کیا۔ یہ دستخط بھی نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے۔ اب بھی وہ عبارتیں تجلیات صفدر میں موجود ہیں۔ ان عبارات پر اب بھی دستخط کر دے تو ان شاء اللہ العزیز میرے کسی شاگرد کے سامنے دم نہیں مار سکے گا۔ اگر ایمان کا ذرہ ہے تو ان عبارات پر دستخط کرو اور قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔

رکعات تراویح:

میرے مضمون کا خلاصہ یہی تھا کہ امت میں استقرار و مواظبت بیس تراویح باجماعت کو نصیب ہوئی۔ اس لئے یہ سنت مؤکدہ سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح باجماعت پر نہ کوئی ماں کا لال نبی پاک ﷺ کی مواظبت ثابت کر سکتا ہے نہ صحابہ اور تابعین کی۔ اس لئے آٹھ رکعت باجماعت نہ ہی سنت نبوی ہیں اور نہ ہی سنت صحابہ؟ اب آل پیرداد کا حال یہ ہے کہ اپنے خط کے ص ۲۲ پر تو امام مالکؒ کا ایک بے سند قول عبدالحق اشبیلی مالکی کی کتاب التہجد ص ۱۷۶، ۸۹۰ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یہ گیارہ سے زائد کی بدعت نامعلوم کس نے ایجاد کی۔ اور یہی آل پیرداد اپنے خط کے ص ۳۲ پر لکھتا ہے: "نفل سمجھ کر پڑھنے والا بیس پڑھے یا چالیس اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے میں ہے" اب اُدھر کہہ رہا ہے کہ گیارہ سے زائد بدعت ہیں۔ اِدھر لکھ رہا ہے کہ چالیس بھی زائد جائز ہیں اور درجہ نفل و مستحب ہیں۔ کیا آل پیرداد کے ہاں نفل اور بدعت ہم معنی ہیں۔ اور اس بات پر بھی غور کرو۔ ایک طرف وہ حدیث عائشہؓ پیش کر رہا ہے کہ رسول اقدس ﷺ نماز (تہجد) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، اِدھر کہہ رہا ہے چالیس رکعت بہ نیت نفل بھی جائز ہے۔ تو اب یہ خود ہی حدیث عائشہؓ کو چھوڑ گیا۔ اور عبدالحق مالکی کی کتاب سے ص ۸۹۰ تو لکھ دیا لیکن ص ۸۹۱ پر تھا قال ابن القاسم کرہ ملک رحمہ اللہ تعالیٰ ان ینقص الناس من عدد الرکوع الذی جریٰ بہ العمل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وھی تسع وثلاثون رکعۃ والوتر ثلاث واختار ھو لنفسہٖ احدیٰ عشرۃ رکعۃ . ابن القاسم نے کہا کہ امام مالکؒ ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر سے کم نماز کو مکروہ فرماتے تھے۔ کیونکہ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں اسی پر عمل جاری ہوا۔ البتہ امام مالک نے خود گیارہ رکعت اپنی ذات کے لئے اختیار فرمائیں۔

فائدہ:

ابن القاسم سے یہ روایت المدونۃ الکبریٰ میں اس طرح ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ مدینہ میں لوگ ۳۶ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، اس میں کچھ تخفیف ہو جائے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین کو ان (۳۶ رکعات) میں کمی کرنے سے منع کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے لوگوں کو شروع سے ہمیشہ ۳۶ رکعت ہی پڑھتے پایا ہے (المدونۃ الکبریٰ ص ۱۹۳ ج ۱) یہاں ابن القاسم نے یہ بالکل بیان نہیں کیا کہ امام مالک خود گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یہ سند متصل ہے، کیونکہ مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام ابن القاسم ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور ان سے روایت کرنے والے امام سحنون ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے، جبکہ عبدالحق اشبیلی القاسم کی وفات کے ۳۲۹ سال بعد پیدا ہوئے۔ آل پیرداد کا یہ لکھنا کہ ظن غالب ہے کہ گیارہ کا قول ابن مغیث مالکی نے کتاب المجتہدین میں لکھا ہوگا واللہ اعلم ص ۲۲ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آل پیرداد کا ظن ہے وان الظن لا یغنی من الحق شیئًا۔ دوسرے ابن مغیث بھی تو ابن القاسم کی وفات کے ۲۴۴ سال بعد پیدا ہوا ہے۔ تو سند کہاں متصل رہی؟ المدونہ میں ابن القاسم نے یہ لکھا ہے کہ امام مالکؒ مسجد میں تراویح جماعت سے نہ پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے جس میں قوت (تمام رات شب بیداری کی ہے) وہ گھر پر پڑھے اور میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ پھر آل پیرداد نے عبدالحق اشبیلی کی کتاب سے نمبر ۸۹۲ بھی نہیں لکھا جس میں یہ ہے کہ مسجد نبوی میں استقرار ۳۶ رکعات تراویح پر رہا ہے۔ ص ۱۷۶۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ مسجد نبوی میں استقرار ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر کو ہوا۔ اس سے کم کی جماعت کو امام مالک مکروہ اور ممنوع سمجھتے تھے۔ البتہ خود گھر میں ساری رات نماز پڑھتے تھے۔ اب وہ کتنی رکعت تھیں؟ اس کا کسی سند میں ذکر نہیں۔

گیارہ رکعت گھر پڑھنا بالکل بے سند بات ہے۔

آل پیرداد نے استقرار با جماعت گیارہ رکعت پر ثابت کرنا تھا وہ تو نہ کر سکے نہ نبی پاکؐ سے نہ صحابہؓ سے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ کے متون فقہ سے۔ ہاں ۳۶ رکعات پر استقرار کتاب میں مذکور تھا۔ وہ بیان نہ کیا۔ نہ ۳۶ سے کم کا مکروہ ہونا بیان کیا۔ ان ہی خیانتوں پر غیر مقلدین کے مذہب کا دارومدار ہے۔ اور آل پیرداد ص ۲۳ پر پھر لکھتا ہے: "اگر کوئی شخص بطورِ نفل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔" کبھی امام مالک سے گیارہ سے زائد کو بدعت لکھتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ بدعت کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اور اس کی بھی وضاحت نہیں کرتا کہ آپ تو آٹھ سے زائد نہ کریں۔ اور تیرے نزدیک چالیس بلکہ زائد بھی جائز ہوں۔ ما کان یزید کو کس کونے میں چھپاتے ہو؟

سنت مؤکدہ:

آل پیرداد نے لکھا ہے کہ تراویح کسی نماز کا نام سنت سے ثابت نہیں۔ جب اصل نماز ہی سنت سے ثابت نہیں تو اس کی رکعات کیسے سنت مؤکدہ ہو گئیں۔ پھر مجھ سے بار بار مطالبہ کیا ہے کہ بیس کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھاؤ...... تو پہلے آپ کو آٹھ کے ساتھ لفظ تراویح اور لفظ سنت مؤکدہ دکھانا چاہئے تھا، جو آپ نہیں دکھا سکے۔ کیا آپ آمین بالجہر، رفع یدین اختلافی اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھا سکتے ہیں؟ آپ کے اس مطالبہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو جس طرح اجماع کی جامع مانع تعریف نہیں آتی اور نہ ہی فرض کی اور نہ ہی آپ کو پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل کتنے فرض ہیں۔ اسی طرح آپ کو سنت مؤکدہ کی تعریف بھی نہیں آتی۔ اور نہ یہ ہی پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل مؤکدہ سنتیں کتنی ہیں۔ یہ علمی یتیم کبھی بھی نہیں بتا سکتے۔ جناب نے صادق سیالکوٹی (جو آپ کے رسول ہیں) کی صلوٰۃ الرسول پر عبدالرؤف کی نقل کر کر کے تخریج کی ہے۔ اس میں آپ نے پڑھا ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ثابت کرنا ہوگی۔ اسی طرح محمد یوسف جے پوری نے ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے چوری کر کے سنت کی یہ تعریف لکھی ہے: "سنت وہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو مگر عذر سے" (ہدایہ ص ۱۰ ج ا شرح وقایہ ص ۱۴۴) حالانکہ یہ عبارت نہ ہدایہ میں ہے نہ شرح وقایہ میں۔ متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں۔

دراصل اس جھوٹے فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹوں پر ہے۔ تاہم اسی مداومت اور مواظبت کو استقرار کہتے ہیں۔ جب استقرار میں نے ثابت کر دیا تو سنت ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ نہ سنت کا لفظ دکھا سکتے ہیں اور نہ استقرار ۸ رکعت تراویح با جماعت پر دکھا سکتے ہیں۔ نہ نبیؐ سے نہ خلفاء راشدینؓ سے، نہ دیگر صحابہؓ سے، نہ تابعینؒ سے نہ تبع تابعینؒ سے، بلکہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے قبل کسی اسلامی ملک کی کسی مسجد میں آٹھ رکعت تراویح پر استقرار ثابت نہیں کر سکتے، ولو کان بعضکم لبعضِ ظهیرا۔

تقلید:

جناب جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ لیکن آج تک دنیا بھر میں کوئی غیر مقلد کسی ماں نے نہیں جنا جو صرف اور صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرے کہ اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید کرنا شرک ہے، حرام ہے۔ اسی طرح فرقہ غیر مقلدین جب سے پیدا ہوا ہے یہ جھوٹ بولتا آرہا ہے جو جناب نے بھی ص ۳۵ پر بولا ہے کہ ائمہ اربعہ نے تقلید سے منع کیا ہے...... آپ ایک امام سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے عامی کو اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید سے منع کیا ہو ورنہ کم از کم ایک لاکھ دفعہ لعنة الله علی الکاذبین پڑھ کر اپنے جھوٹے دل پر پھونک مار لیا کریں۔ اسی طرح ص ۴۱ پر تقریرات رافعی کے حوالہ سے جو نامکمل عبارت نقل کی

ہے وہاں عامی لوگوں کا ذکر نہیں طبقات فقہاء کا ذکر ہے کہ مجتھد فی المذھب اور متبحر فی المذھب کو دلیل سے اختلاف کا حق مانا ہے ۔کیا آپ کے نزدیک قفال، قاضی حسین وغیرہ آپ کی طرح عامی تھے۔کل خدا کو کیا جواب دو گے؟ اور ص ۴۲ پر کبھی مقلد کو جاہل لکھا ہے کبھی علماء سے نکالا ہے۔اس طرح اپنا جاہل اور بے علم ہونا ثابت کیا۔علم تحقیقی مجتہد کے پاس ہوتا ہے اور علم تقلیدی مقلد کے پاس۔جس طرح ایک مستند طبیب نسخہ لکھتا ہے تو اس نسخہ کا علم تحقیقی اس کے پاس ہوتا ہے لیکن مریض کو تقلیداً علم ہو جاتا ہے کہ یہ نسخہ میری بیماری کے لئے مفید ہے۔ جس طرح محدث اپنی رائے سے سند پر حکم لگاتا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، یہ مشہور ہے، یہ عزیز ہے، یہ غریب ہے، یہ صحیح ہے، یہ حسن ہے، یہ ضعیف ہے وغیرہ اور عامی اس کی تقلید سے جان لیتا ہے کہ حدیث کا درجہ کیا ہے؟ اسی طرح مجتہد اجتہاد سے بتاتا ہے کہ نماز میں اتنے فرائض ہیں، اتنے واجبات ہیں، اتنی سنتیں ہیں اور مقلد اس تحقیق کو یاد کر لیتا ہے تو اسے بھی فرائض، واجبات اور سنن کا علم ہو جاتا ہے۔البتہ غیر مقلد اتنا بڑا جاہل ہے کہ اسے نہ علم تحقیقی ہے نہ علم تقلیدی۔اسی لئے نہ وہ خود نماز کے ارکان کتاب وسنت سے اخذ کر سکتا ہے نہ مجتہد سے سیکھتا ہے۔وہ جاہل ہی پیدا ہوتا ہے، جاہل ہی رہتا ہے اور جاہل ہی مرجاتا ہے۔وہ ساری عمر کتاب اللہ سے بھی جاہل رہتا ہے۔سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی۔اور کتاب وسنت کا علم تو اسے کیا ہوتا۔اس کو اپنے بارہ میں بھی علم نہیں ہوتا کہ میں جاہل ہوں۔وہ طب سے جاہل ہو کر اطباء پر تو نکتہ چینی نہیں کرتا، قانون سے جاہل ہو کر جسٹس صاحبان پر تو اعتراضات نہیں کرتا لیکن اجتہاد کی تعریف سے جاہل ہو کر ائمہ مجتہدین کا منہ چڑاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی　　　　کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

اس کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملاّ و پیش ہر دو ہیچ اور پیش ہیچ ہر دو۔

اہل السنۃ والجماعۃ:

اہل سنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔سنت ہماری منزل ہے اور اجماع اس تک پہنچنے کے لئے جی ٹی روڈ ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ علاقائی اور لوکل روٹ ہیں۔اس کی دوسری تشریح یوں ہے کہ منصوص مسائل میں ہم اہل سنت، اجماعی مسائل میں والجماعت اور اجتہادی مسائل میں ہم حنفی ہیں۔اہل سنت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبیوں کو برحق مانتے ہیں۔تمام انبیاء علیہم السلام کا عقائد میں اتفاق ہے اور بہت سے اعمال میں بھی اتفاق ہے۔ان عقائد اور اعمال میں ہم سب نبیوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن اعمال میں ہمارے نبی پاک ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں عملی اختلاف ہوگا وہاں ہم نبی پاک ﷺ کے طریقے کو ناسخ اور ان اعمال کو منسوخ سمجھتے ہیں۔کیونکہ حضورؐ کی نبوت کا زمانہ جاری ہے اور ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔یہ مطلب ہمارے اہل سنت ہونے کا ہے......ہم جمعہ پڑھتے ہیں، ہفتہ یا اتوار نہیں پڑھتے۔ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کرتے۔اسی طرح ائمہ اربعہ عقائد میں سب اہل سنت والجماعت ہیں۔وہ سب حق پر ہیں اور جن اعمال میں چاروں کا اتفاق ہے ان اجماعی مسائل میں ہم سب کی تابعداری کرتے ہیں۔ہاں جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں یہاں ہمارے ملک میں علماً اور عملاً متواتر صرف اور صرف مذہب حنفی ہے۔اس لئے ہم مذہب حنفی یعنی مفتی بہا مسائل پر عمل کرتے ہیں۔جس طرح ساتوں متواتر قرأتوں میں سے یہاں تلاوۃً ایک ہی قرأت متواتر ہے(قاری عاصم کی قرأت اور قاری حفص کی روایت)اس لئے ہم اسی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں۔نہ دوسرے قاری صاحبان سے ہمارا جھگڑا ہے، کیونکہ ان مذاہب کے مفتی صاحبان اس ملک میں موجود ہی نہیں۔غیر مقلدین خود ہی اہل سنت والجماعت سے نکل گئے۔وہ یہ نام بھی چھوڑ گئے۔کسی نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا، کسی

نے اہل حدیث، کسی نے محمدی رکھ لیا، کسی نے احمدی، کوئی سلفی کہلانے لگا کوئی اثری۔اس لئے یہ لوگ خود تو اہل سنت والجماعت سے نکل گئے اب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے آل پیرداد کہتا ہے کہ دیو بندی اہل سنت والجماعت نہیں۔ یہ اعلان وہ آدمی کر رہا ہے جو نہ سنت کی جامع مانع تعریف جانتا ہے نہ اجماع کی۔ جس کو یہ پتہ نہیں کہ استنجاء کب فرض ہوتا ہے، کب واجب ہوتا ہے، کب سنت ہوتا ہے اور کب مستحب۔ اگر اس کے پاس علم نام کی کوئی چیز ہے تو اپنی مسلمہ دلیل شرعی سے ان چاروں باتوں کا جواب دے۔ مگر مقلدین کی کتابوں سے چوری نہ کرے۔ الغرض اس نے لکھا ہے کہ دیوبندی اہل سنت نہیں۔ اس دعویٰ پر نہ تو وہ قرآن پیش کر سکا اور نہ حدیث۔ کہ ہم سمجھتے کہ یہ یا اہل قرآن ہے یا اہل حدیث اور نہ کوئی اجماع کی نص پیش کر سکا، نہ کسی مجتہد کا قول۔ ہاں امام ابوحنیفہؒ کے چھوٹے شاگرد امام محمد کے شاگرد امام شافعیؒ کے دسویں صدی کے ایک مقلد علامہ سیوطی حیاتی کا نامکمل قول نقل کیا اور مطلب اس کا بھی نہ سمجھ سکا۔ علامہ سیوطیؒ ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ قاضی ابویعلی اور ابن عقیل میں اس بات پر تنازعہ ہوا کہ نفس پرست "اہل ھویٰ" کون کون ہیں؟ قاضی ابویعلی اور ابوحامد اسفرئنی نے کہا کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کافر ہیں (جو ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار یا تاویل باطل کریں) دوسرے فاسق ہیں (جو ضروریاتِ اہل سنت والجماعت کے کسی عقیدہ کا انکار کریں یا اس کی باطل تاویل کریں۔) اور تیسرے درجہ میں وہ ہیں جو نہ کافر ہیں نہ فاسق اور یہ فقہاء ہیں۔ تو ابن عقیل نے کہا کہ یہ بات غلط ہے۔ فقہاء "اھل ھویٰ" میں سے نہیں (کیونکہ رسول پاک ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے اور فقہاء کو خیار) اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں اگر ہویٰ ہے تو پہلے دونوں سے بہت خفیف اور جو ضروری بات ہے وہ یوں کہا جائے کہ جو شخص رسول اقدس ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور اسی نسبت کو محبت اور عداوت کا معیار بنالے وہ بدعتی ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج۔ یہ جھگڑا عقائد میں ہو خواہ فروع میں (کنز المدفون ص ۱۴۹)......جیسا کہ پہلے میں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ چاروں مذاہب (راستے) منزل محمدی کی طرف جا رہے ہی رستے چلنے کے لئے ہوتے ہیں، لڑنے کے لئے نہیں ہوتے۔ اس لئے کوئی حنفی شافعی سے لڑے یا شافعی مالکی سے تو اس میں نفسانیت کا شائبہ ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں باقی چھ قرأتیں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے! اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب یہاں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے۔ یہاں تو ایک ہی مذہب ہے حنفی، جو اس سے نکل گیا وہ لامذہب ہو گیا۔ اور ایک ہی دین ہے (اسلام) جو اس سے نکل گیا وہ بے دین ہو گیا۔ ہاں وہ غیر مقلد جو چاروں اماموں کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے اور بدزبانیاں کرتے ہیں وہ یقیناً اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں سے صرف حضور اقدس ﷺ کی ہی تابعداری کرنا جرم نہیں۔ ہاں آپ کی تابعداری کے ساتھ کسی دوسرے نبی کی توہین کرے تو وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح جس امام کا مذہب جس ملک میں عملاً و درساً متواتر ہو اس ہی کی تقلید میں کتاب وسنت پر عمل کرنا کوئی جرم نہیں۔ ہاں دوسرے ائمہ مجتہدین کی توہین کرنے سے انسان یقیناً اہل سنت والجماعت سے نکل جاتا ہے۔ دیکھئے علامہ سیوطی خود ایک ہی امام امامِ شافعیؒ کے مقلد ہیں اور دوسروں کی نسبت بھی ان کے اماموں کی طرف کرتے ہیں۔ خود علامہ سیوطی ذیل تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:
ابن حجر عسقلانی الشافعی، البرھان الحلبی الشافعی، ابہاء بن خلیل الشافعی، العلائی الشافعی، المعز بن جماعہ الشافعی، ابن الملقن الشافعی، البلقینی الشافعی، ابن ظھیر الشافعی، ابن الجزری الشافعی، ابن عبدالھادی الحنبلی، ابوبکر بن المحب الحنبلی، ابن رجب الحنبلی، المالکی امین الدین الحنفی، الزیلعی الحنفی، مغلطائی الحنفی۔ ان سب حضرات کو خود سیوطیؒ نے ایک ایک امام کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو کیا ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے! ہرگز نہیں۔ لیکن اس فرقہ کے جاہل عربی کی ایک عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھ لیتے ہیں۔ بلکہ ماہرین کتاب وسنت کی غلطیاں نکال سکتے ہیں۔

اصول:

الحمدللہ ہماری مکمل اصول کی کتابیں ہیں۔ہم قادیانیوں اور غیر مقلدوں کی طرح بے اصول نہیں ہیں۔اس لئے اصول لکھنا ہو تو ہماری اصول کی کتابوں سے لکھو۔متفق علیہ ہو تو صراحت ہو کہ یہ متفق علیہ ہے اور مختلف فیہ ہو تو صراحت ہو کہ مختلف فیہ ہے۔لیکن آل پیرداد امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے لئے آمدی کا حوالہ دیتا ہے۔جس سے صرف اپنی جہالت ظاہر کرتا ہے اور کچھ نہیں۔

۲۔ ہماری اصول کی کتابوں میں چار دلیلوں کا ذکر ہے اور چاروں کے اصول مذکور ہیں۔مگر جہالت کی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ حنفی قرآن،حدیث پیش نہیں کرسکتا۔اور صرف اپنے امام کا مفتٰی بہ قول پیش کرسکتا ہے۔اس بات کا تعلق مسائل منصوصہ یا اجماعیہ سے نہیں بلکہ مسائل اجتہادیہ سے ہے جس کی مخالفت آل پیرداد نے سارے خط میں کی ہے۔اس کا فرض تھا کہ تحقیقی دلائل میں وہ صرف قرآن کی صریح آیت یا صرف حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرتا۔اور اگر تحقیقی دلائل سے وہ عاجز آ گیا تھا تو الزامی طور پر صرف فقہ حنفی کا مفتی بہ قول پیش کرسکتا تھا،لیکن اس کو نہ تحقیق سے مس اور نہ الزام سے واقفیت۔

تقلید:

آل پیرداد اگرچہ خود سر سے پاؤں تک شوافع کی تقلید میں غرق ہے،مگر مجتہدین کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید سے ایسے چڑتا ہے جیسے "سکھ" کلمہ شریف سے چڑتے ہیں۔وکیل اہل حدیث ہند مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: "ہمارے بھائیوں میں اب ترک تقلید اور عمل بالحدیث میں غلو ہو گیا ہے اور افراطِ شدید نے ان پر غلبہ وتسلط پایا۔وہ تقلید کا نام سن کر اس سے ایسے چونک پڑتے ہیں جیسے آگ کا خوف زدہ کرمک شب تاب کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔اور ترکِ تقلید کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ محل ضرورت تقلید میں بھی کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنے فکر نارسا اور اجتہاد نا رَدا سے کام لیتے ہیں۔تقلید کو بلا استثناء صلوٰتیں سناتے ہیں اور مقلدین کو برملا برائی سے یاد کرتے ہیں "(اشاعۃ السنہ ص ۳۱۰ ج ۱۱)

یہی حال آل پیرداد کا ہے۔لکھتا ہے اوکاڑوی صاحب کے ممدوح عینی صاحب فرماتے ہیں:

فالمقلد ذهل و المقلد جهل و آفة كل شئ من التقليد اور ترجمہ لکھتا ہے: "پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔"اس پر رقص جمل کر رہا ہے گویا اسے تقلیدِ مجتہد کے خلاف کوئی صریح آیت قرآنی مل گئی ہے یا صحیح صریح غیر معارض حدیث مل گئی ہے۔حالانکہ یہاں اس تقلید کا ذکر تک نہیں جو زیر بحث ہے۔یہاں یہ بحث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "وہ نیند سے بیدار ہو تو فوراً پانی میں ہاتھ نہ ڈالے۔نہ جانے ہاتھ نے کہاں کہاں رات گزاری"اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا۔حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔علامہ عینی اس حدیث کے مختلف طریق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدث ابن ترکمانی نے بھول کر مسلم شریف کا حوالہ دے دیا تھا۔بعد میں بعض آنے والوں نے اس حوالہ کی تحقیق نہیں کی اور ابن ترکمانی کی تقلید میں یہی حوالہ دیتے آرہے ہیں: **فالمقلد ذهل** یعنی جس کی تقلید کی گئی وہ بھول گیا (ابن ترکمانی) **و المقلد جهل** اور تقلید کرنے والا ناواقف رہا۔اور اس قسم کی ہر چیز کی آفت تقلید سے ہے۔اس سے تو علامہ عینی نے بتایا کہ کسی محدث کا حوالہ نقل کرنا اس کی تقلید کرنا ہے۔تو آل پیرداد نے جتنے حوالے اپنے حوالے خط میں نقل کئے ہیں یہ ان سب کا مقلد بنا۔اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ محدث کی بھول اور غلطی میں اس کی تقلید کرنا جہالت ہے اور وہ آفت غلطیوں میں تقلید کرنے سے آتی ہے اس عبارت کو مسائل اجتہادیہ میں عامی کے مجتہد کی تقلید کرنے پر چسپاں کرنا **يحرفون الكلم عن مواضعه**

کے مطابق عبارت کا غلط استعمال ہے۔ یہ دھوکا پہلے یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ نامی کتاب میں بھی دیا تھا، اسی کی اندھی تقلید میں آل پیرداد کو ایسی ذلت اٹھانی پڑی۔

تقلید شخصی:

اس بات پر تو اہل سنت کا اجماع ہے کہ مجتہد پر مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ جس ملک میں ایک ہی مجتہد کا مذہب متواتر ہو، وہاں تو مقلد پر تقلید شخصی ہی واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر کتاب وسنت پر عمل کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ جیسے ایک ملک میں صرف ایک ہی قرأت تلاوۃ متواتر ہے اور اس کے علاوہ تلاوت کا کوئی دوسرا طریقہ ہے ہی نہیں۔ تو اسی قرأت پر تلاوت قرآن واجب ہے۔ ہاں اگر کسی علاقہ میں چاروں مذاہب ہوں۔ ہر مذہب کے مفتی ہوں، مدارس ہوں۔ تو ایسے ملک میں تقلید مطلق واجب بالذات ہے اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ اگر کسی نے کسی کتاب میں تقلید شخصی کے وجوب کا انکار کیا ہے تو وہاں واجب بالذات مراد ہے اور کسی نے اگر تقلید شخصی کو واجب کہا ہے تو یہاں واجب بالغیر مراد ہے۔ ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مطلب ہے کہ کوئی مسلمان تقلید شخصی کو واجب بالذات نہیں کہتا۔ ورنہ امام ابن تیمیہ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول کی تابعداری بھی تقلید ہے اور اجماع کی تابعداری بھی تقلید ہے۔ بس راوی سے حدیث روایت کرنا بھی تقلید ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ: ص ۱۷، ج ۲۲) اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نہ تو سب پر تقلید واجب ہے اور نہ سب پر اجتہاد واجب ہے۔ بلکہ جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب ہے اور جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر تقلید واجب ہے۔ اور اگر نہ اجتہاد کی اہلیت ہے اور نہ تقلید کرتا ہے تو وہ متبع ہویٰ اور نفس پرست ہے۔ **وعاملاً بغير اجتهاد و تقليد فاعلاً للمحرم بغير عذر شرعی فهٰذا منكر** (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۲۰، ج ۲۲) بلکہ آگے فرماتے ہیں: **هذا مذموم بخروجه خارج عن العدالة** (ص ۲۲۱، ج ۲۲) کہ غیر مقلد ساقط العدالت ہے۔ جس کی نہ شہادت قبول نہ روایت۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کا یہ خط پڑھ کر کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ خط لکھنے والا نام نہاد اہل حدیث ہے، کیونکہ اس میں قرآن وحدیث کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ خیر القرون کے بعد کے مقلد محدثین کی آراء ہیں، ان میں بھی خیانت، تلبیس اور تحریف سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے وساوس سے اہل سنت کو محفوظ فرمائیں۔ (آمین۔ ثم آمین)

رسالہ امین اوکاڑوی کا تعاقب ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

کچھ عرصہ ہوا جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے استاذ مولانا محمد ماجد صاحب نے ایک رسالہ دیا جس کا نام تھا "امین اوکاڑوی کا تعاقب" اس کو ایک نظر دیکھا تو پتہ چلا کہ حافظ زبیر علی نے "تراویح آٹھ رکعت سُنّت ہیں" کے موضوع پر نور المصابیح نامی ایک رسالہ لکھا جس کا جواب برادرِ مکرم مناظرِ اسلام حضرت اقدس مولانا محمد امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ، نے "الخیر" میں دیا۔اس کے جواب الجواب میں آلِ پیرداد علی زئی نے امین اوکاڑوی کا تعاقب کے نام سے شائع کیا۔اس کا جواب برادرِ مکرم نے بقول آلِ پیرداد جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں شائع ہوا مگر آلِ پیرداد نے یہ شرط لگائی تھی کہ اگر وہ (حضرت اوکاڑویؒ) انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل اور کالعدم سمجھا جائے گا۔(تعاقب، صفحہ ۱۷)

تو اگرچہ برادرِ مکرم نے ان چالیس صفحات کے رسالے کا مفصل جواب تین ماہ کے "الخیر" میں شائع کیا جو تجلیات صفدر کے سینتالیس صفحات میں شائع ہو چکا ہے مگر چونکہ آلِ پیرداد کی خود ساختہ شرط کی بناء پر اس کے جواب کو متن میں رکھ کر جواب نہیں لکھا گیا اس لئے وہ جواب "باطل وکالعدم" ہے۔(تعاقب، صفحہ ۱۳، ۱۵)

غیر مقلدین کا طریق کار عجیب ہے کہ اپنے فریق مخالف کے لئے کبھی خاص کتاب کی اور کبھی خاص الفاظ کی شرط لگاتے ہیں کہ فلاں کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ اگر حدیث ہوگی تو ہم مانیں گی ورنہ نہیں مانیں گے۔یعنی اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں مانتی بلکہ اپنے الفاظ یا اپنی شرط پر ایمان لانا ہے۔اسی طرح آلِ پیرداد نے جواب میں اس کا متن نہ ہونے کی وجہ سے اس کو جواب ہی نہیں مانا۔غیر مقلدین عوام کو یہی کہتے ہیں کہ۔

اہلحدیث کے دو اُصول اطیعو اللہ واطیعو الرسول

مگر یہ بات کہ کسی گمراہ کن لٹریچر کے رد میں اس لٹریچر کو متن بنانا ضروری ہے ورنہ جواب نہیں ہوگا، یہ نہ قانونِ خدائی ہے نہ حکم مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے،قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث مبارکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے باطل

گروہوں کی تردید کی ہے، ان میں اہلِ کتاب کی کتب سماویہ میں تحریف کا بھی ذکر ہے لیکن ان کتب سماویہ کو متن بنا کر کہیں تردید نہیں کی گئی تو کیا یہ رَد کامل ہے یا نہیں؟ آلِ پیرداد نے یہ رسالہ کب لکھا؟ میرے پاس مئی ۲۰۰۵ کی اشاعت ہے۔ اس میں تعاقب کا آخری عنوان اوکاڑوی صاحب جواب دیں، کے تحت کچھ سوالات ہیں اور آخر میں تاریخ ۲۰۰۰۔۱۰۔۱۱ لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھئے تعاقب، صفحہ ۱۷) جبکہ آلِ پیرداد خود لکھتا ہے کہ اس کا جواب جون ۲۰۰۰ء میں "الخیر" میں شروع ہوگیا تھا۔ (تعاقب، صفحہ ۱۳)

اب غیر مقلد جن کو امام ابوحنیفہؒ سے خدا واسطے کا بیر ہے کچھ تو سوچیں کہ جو رسالہ گیارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو لکھا گیا اس کا خلاصہ نکال کر جون ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں اس کا جواب کیسے شائع ہونا شروع ہوگیا۔

لطیفہ

ایک ساتھی کے سامنے جب میں نے یہ اشکال رکھا تو اس نے کہا کہ رسالے کے آخر میں آلِ پیرداد نے تنبیہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے :...... "اوکاڑوی صاحب تو اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے ہیں لہٰذا اب اس کتاب (اوکاڑوی کا تعاقب) کا جواب تمام شاگردانِ اوکاڑوی اور آلِ دیوبند پر قرض ہے۔ ھل من مجیب و ما علینا الا البلاغ ۲۰۰۰۔۱۰۔۱۱ (تعاقب، صفحہ ۱۷)

تو یہ تاریخ پورے رسالے کی نہیں، اس تنبیہ کی ہوگی۔ میں نے کہا کہ پھر ایک دوسری بہت بڑی الجھن غیر مقلدین کو پیش آگئی کہ آلِ پیرداد علم غیب کا بھی مدعی ہے کہ برادرِ مکرم حضرت اوکاڑویؒ کا وصال ۳۱/۱ اکتوبر کو ہوا اور علی زئی ۱۱/۱ اکتوبر کو کہہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے۔ غیر مقلدین اگر کسی ولی کی علمی کرامت کسی کتاب میں دیکھ لیں تو اس کو فوراً شرک فی صفۃ العلم قرار دیتے ہیں اور سعودی حضرت کو بھی متاثر کرتے ہیں کہ یہ مقلد علمِ غیب کے مدعی ہیں مگر ابھی تک آلِ پیرداد کے خلاف اس کے مشرک ہونے کا کوئی پمفلٹ غیر مقلدین کی طرف سے نہیں چھپا۔ اُمید ہے کہ مدعیان توحید غیر مقلدین کی رگِ توحید بندہ کی اس تنبیہ کے بعد جلد پھڑ کے گی اور صرف خود نہیں بلکہ سعودیہ کی نمک حلالی کے لئے ان کو بھی اس مشرک کے شرک سے متنبہ کیا جائے۔ بہر حال یہ رسالہ حقیقت میں جنوری ۲۰۰۰ء سے پہلے کا شائع ہو چکا ہے اسی وجہ سے جنوری ۲۰۰۰ء کے "الخیر" میں اس کا جواب شروع ہوا اور آلِ پیرداد کا یہ اُصول بھی اسی وقت شائع ہوا تھا مگر آج تک کسی اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی نے بھی اس اصول کو قبول کر کے قرآن کے ردِ تحریف کے مسئلے کو باطل قرار نہیں دیا۔

معلوم ہوا کہ آلِ پیرداد کے اس خانہ زاد اصول کو کرنے کے لئے یہودی اور عیسائی بھی تیار نہیں مگر افسوس ہے غیر مقلدین پر جو اس کو قولِ خدا یا قول رسول سمجھ کر لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین سوچیں کہ ارشاد الحق اثری نے جتنی کتابیں مقلدین کے رد میں اصل کتابوں کو متن بنائے بغیر لکھی ہیں اس اصول کے تحت وہ تمام رَد باطل ہیں یا نہیں؟ آلِ پیرداد بتائے کہ بخاری کی کتاب کی کتاب الرد علی الجھمیہ و غیرہ ہم (بخاری صفحہ ۱۰۹۶) میں بخاری کا رَد بغیر ان کے متن کے صحیح ہے یا باطل ہے؟ اگر آپ کا یہ اصول منکرین حدیث کے ہاتھ لگ گیا تو وہ بخاری کے خلاف کیا کیا کارروائی نہیں کریں گے۔ خدارا سوچو اور اوکاڑوی یا حنفی بغض آپ کو کہاں تک پہنچا رہا ہے۔

حقیقت حال

قارئین کرام! تجلیاتِ صفدر شائع کردہ جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد جلد۴، صفحہ۱۴۱ ،صفحہ۴۴ ۱ پر نماز تراویح کا تحقیقی جائزہ اور جلد۵، صفحہ۱۴ پر مسئلہ تراویح پر ایک خط کا جواب ملاحظہ فرمالیں تو اس رسالہ (امین اوکاڑوی کا تعاقب) کے تمام وساوس کا علاج ہو جائے گا، مگر کچھ لوگوں نے صورتِ حال کی وضاحت کے لئے چند سطور لکھنے کی ذمہ داری بندہ پر ڈالی اس لئے قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ
علی زئی نے مسعود احمد خان اور قاری چن محمد غلام خانی کی تحریک پر رکعات تراویح پر ایک رسالہ لکھا، بقول حافظ ندیم ظہیر کے اس کا نام نور المصابیح رکھا۔(تعاقب، صفحہ۴) اور یہ رسالہ اوکاڑوی کے تعاقب کے آخر میں نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح کے نام سے لگا دیا گیا ہے۔ اس کے اس وقت کل گیارہ صفحے ہیں، اس میں پہلے ہی صفحہ پر علی زئی نے دعویٰ کیا ہے کہ تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔
(نور المصابیح مندرجہ اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ۱۷)

اس دعویٰ سے اس نے صرف اپنے رسالے پر نہیں پوری غیر مقلدیت پر پانی پھیر دیا ہے کیونکہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ اس رسالے کے دیباچے میں بھی حافظ ندیم ظہیر نے لکھا ہے کہ اس رسالے کا موضوع ہے تراویح آٹھ رکعت سُنّت ہیں۔(تعاقب، صفحہ۴) اور خود علی زئی لکھتا ہے کہ راقم الحروف نے تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کے سلسلے میں چند مضامین لکھے تھے۔(تعاقب، صفحہ۱۳) تو جب تراویح اور وتر ایک ہی نماز ہوگئیں اور وتروں کی تعداد ان کے ہاں متعین نہیں جیسا کہ صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احوال واوقات میں وتر ایک بھی پڑھا ہے اور تین بھی اور سات بی اور نو بھی پڑھے ہیں۔
(صلوٰۃ الرسول مع تسہیل الوصول، صفحہ۲۸۹)

نیز ابوداود و نسائی اور ابن ماجہ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو کوئی وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے پس چاہئے کہ پڑھے (ایک رکعت) (صلوٰۃ الرسول مع التسہیل، صفحہ۲۹۱) نیز فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر پانچ بھی ہیں اور تین بھی اور ایک بھی۔(صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۹۲) مولوی غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری بھی اس کے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ وتر ایک، تین، پانچ اور سات پڑھنا جائز ہے۔(صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۹۱، حاشیہ نمبر۱) اور جناب علی زئی صاحب خود فرماتے ہیں ایک رکعت والی صحیح روایات آثار السنن وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ جناب خلیل احمد سہارنپوری (دیوبندی) صاحب لکھتے ہیں کہ وتر کی ایک رکعت صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرھما صحابہؓ اس کے مقر اور شافعی احمد کا وہ مذہب بھی اس پر طعن کرنا مولف (یعنی عبدالسمیع بریلوی) کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانہ الخ (تسہیل الوصول، صفحہ ۲۹۲) تو جب علی زئی کے نزدیک بھی دوسرے غیر مقلدوں کی طرح وتر ایک ہے اور وتر اور تراویح ایک ہی نماز ہے تو پھر آٹھ یا گیارہ رکعت پر زور لگانے کی کیا ضرورت، ایک رکعت پڑھ کر تہجد، تراویح اور وتر تمام نمازوں سے فارغ ہوگئے، پھر علی زئی صاحب تہجد اور تراویح کے ایک ہونے پر تو بعض امتیوں کے متروک اقوال اور بعض محدثین کی تبویب سے استدلال کیا جس کا جواب 'الخیر' میں دیا گیا جو اوکاڑوی کا تعاقب میں صفحہ۴۳ پر 'الخیر' کے فوٹوسٹیٹ پر ایک دعویٰ کے عنوان سے شروع ہو رہا ہے کہ اس دعویٰ (تہجد، تراویح، قیام الیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں) پر ہی نہ کوئی قرآن پاک کی آیت دلیل میں پیش کی ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جو دیواروں پر لکھتے ہیں اہل حدیث کے دو اصول فرمانِ خدا فرمانِ رسول یہ محض جھوٹ ہے، سراسر دھوکا ہے۔ یہ حضرات دورخی پالیسی کے ماہر ہیں۔(الخیر،

صفحہ۳۲،۳۳ بحوالہ اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ۴۳، ۴۵)

اس پر علی زئی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعویٰ کی دس دلیلیں ذکر کی ہیں۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ۴۴) پھر پہلی دلیل کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اس دعویٰ کی آخری دلیل نمبر۱۰ بھی حدیث ہی ہے۔ (تعاقب، صفحہ۴۵)

قارئین کرام آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ علی زئی کے دعویٰ کے مطابق پہلی اور آخری دلیل تو حدیث ہےاور درمیان والی دلیلیں حدیث نہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس سے پہلے یہ بات بھی سمجھ لیں کہ علی زئی نے تمام غیر مقلدین زمانہ کے خلاف اجماع اور قیاس کو بھی حجت مان لیا ۔ چنانچہ فرماتے ہیں الحمدللہ ہم قرآن وحدیث کو حجت سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں۔ قرآن وحدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (تعاقب، صفحہ۴۶) اب درمیان والی آٹھ دلیلیں شاید حدیث کے علاوہ آیات قرآنیہ یا اجماع اُمت یا قیاس مجتہد ہو۔ آپ اگر غور کریں گے تو چند امتیوں کے اقوال متروک اور محدثین کی ترتیب احادیث سے استدلال ہے جو علی زئی کے قول کے مطابق بھی دلیل نہیں۔ پھر برادرِ مکرمؒ مطالبہ کیا تھا کہ آٹھ تراویح پر ایسی روایت پیش کریں جس میں یہ ہو کہ آٹھ تراویح پر صحابہ کرامؓ یا تابعین عظام کے زمانہ میں استقرار رہا ہو۔ نمبر۱ اور نمبر۱۰ دونوں دلیلیں اس کے جواب سے خالی ہیں جبکہ بیس تراویح پر صحابہ کرامؓ کے زمانے سے استقرار ثابت کیا گیا تھا اور مثال سے سمجھایا گیا تھا کہ جس طرح بیت
المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی روایات بھی ہیں اور بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی روایات بھی ہیں لیکن استقرار اور بقاء
بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی روایات کو ہے تو ان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی روایات کو کوئی یہودی پیش کر کے شور مچائے کہ مسلمان اپنے نبی کے عمل کو چھوڑ رہے ہیں تو یہ غلط بات اور دھوکا ہوگا۔ اسی طرح بیس رکعت تراویح پر استقرار کے بعد دوسری روایات پیش کرنا دھوکا ہے۔ پھر تہجد اور وتر تراویح کے ایک ہونے کی دسویں دلیل جو حدیث جابر ابن خزیمہ اور ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کی ہے اس میں کہیں تہجد کا لفظ اور اسی طرح تراویح کا لفظ تک نہیں چہ جائیکہ وہاں تہجد اور تراویح کے ایک ہونے کا ذکر ہو۔

ملاحظہ فرمائیں دلیل نمبر۱۰

دلیل نمبر۱۰ کے تحت لکھتے ہیں سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاریؓ کی روایت صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان ثمان رکعات والوتر (الخ) بھی اس کی مؤید ہے لہٰذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ (تعاقب، صفحہ۷۵، ۷۶) اس کے بعد جس تفصیل کا وعدہ کیا تھا اس میں صرف اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے کہ:...... "سیدنا جابر الانصاریؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے۔" (الخ) (تعاقب، صفحہ۷۶)

اس کے بعد اس نے سند کی بحث چھیڑی ہے اور تہجد اور تراویح کے ایک ہونے کی تفصیل اسی طرح مفقود ہے جیسے گدھے کے سر پر سینگ مفقود ہیں۔ غیر مقلدین کو ایسی بے موقع روایات پیش کرنے پر بڑا ناز ہے۔

لطیفہ

کسی شیعہ کا اہلِ سنّت سے اس بات پر مناظرہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کتنی ہیں؟
شیعہ کا دعویٰ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہؓ ہے اور کوئی بیٹی نہیں اور سنیوں کا دعویٰ تھا کہ چار بیٹیاں ہیں۔ سنی مناظر نے یہ آیت پیش کہ سورہ احزاب میں ہے کہ اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو (الخ) اس میں بیٹیوں لفظ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی بیٹیاں ایک سے زائد ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بنت (مفرد) کی بجائے بنات (جمع کا صیغہ) استعمال کیا ہے۔ یہ قرآنی دلیل بالکل واضح تھی مگر شیعہ کے مناظر نے تمام وہ آیتیں جن کے اندر واحد یا احد کا لفظ تھا رٹی ہوئی تھیں۔
مثلاً **قل هو الله احد** ترجمہ:......"خدا ہک (ایک) خدا دا رسول ہک (ایک) رسول دی دھی ہک (یعنی رسول کی بیٹی ایک)۔" اب کچھ جاہل یہ کہہ رہے تھے کہ سنی مناظر نے صرف ایک آیت پڑھی ہے اور شیعہ نے بہت سی آیات پیش کی ہیں۔ بالکل اسی طرح غیر مقلد علی زئی کے دلائل پر خوش ہو رہے ہیں۔

لطیفہ

قارئین کرام! ذرا علی زئی کی دسویں دلیل کو دوبارہ دیکھ لیں کہ آٹھ رکعت اور وتر پڑھے (الخ) اس کے دعویٰ کا ایک جز یہ بھی تھا کہ تراویح اور وتر ایک ہی نماز ہے۔ ایک دلیل سے تو ثابت ہو گیا کہ آٹھ رکعت علیحدہ ہے اور وتر علیحدہ ہیں بلکہ اکثر روایات میں وتروں کے علیحدہ ہونے کا ذکر حرفِ واؤ کے واسطہ سے ہے جو ان نمازوں کے تغایر پر دلالت کرتا ہے۔ "الخیر" میں علی بن ربیعہ کی روایت ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ذکر کی تھی کہ وہ پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (تعاقب، صفحہ ۴۱) نیز ابوالبختری بھی رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے ۔("الخیر" بحوالہ تعاقب، صفحہ ۴۲) تہجد اور تراویح ایک ہونے کی جو پانچویں دلیل ذکر کی ہے وہ یہ ہے:

دلیل نمبر ۵

سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا جس کو تراویح کہتے ہیں، تہجد کی نماز کے بارہ میں سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا بلکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں سوال سے زائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامِ رمضان اور غیر رمضان کی تشریح فرمادی۔ (تعاقب، صفحہ ۴۷)
قارئین کرام! علی زئی کہتا ہے کہ مجھے دیوبندی حضرات الاستاد کہتے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں اس دلیل میں اس نے کیا استادی کی ہے ۔دعویٰ تھا کہ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے اور دلیل میں کہتا ہے سوال تراویح کا تھا تہجد کا نہیں تھا تو کیا تہجد اور تراویح ایک نماز رہی؟

لطیفہ

نور المصابیح میں یہ کپڑا فروش حدیث عائشہ **رضی الله عنها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين ان يفرغ من صلوٰة العشاء وهى التى يدعوه الناس العتمة الى الفجر احدى عشرة ركعةً** کا ترجمہ کیا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ (تعاقب، صفحہ ۷۳)

غور کریں کہ حدیث شریف میں عشاء کو عتمہ کہا گیا ہے۔اس نے تہجد کو عتمہ بنادیا تو جناب کپڑا بیچنا کوئی عیب نہیں مگر کپڑا فروش جاہل کا دین میں ٹانگ اڑانا یقیناً عیب ہے۔فقہاء جو دین کی پوری سمجھ رکھنے والے ہیں ان کو چھوڑ کر کپڑا فروش پر اعتماد کرنا حدیث بخاری (کہ جب دینی معاملات نا اہلوں کے سپرد کردیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔صفحہ ۱۴) کے مطابق قیامت ڈھانا ہے۔اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔

نوٹ

علی زئی نے صفحہ ۱۴ و صفحہ ۱۵ پر گیارہ باتیں ذکر کی ہیں کہ "الخیر" میں ان کا جواب نہیں ہوا۔(۱) ابن ابی لیلی کی جرح، (۲) سیلانی بزرگ، (۳) کشف، (۴) حضرت شیخ الحدیث کے الفاظ کہ محدثین کاظلم سنو، (۵) اوکاڑوی کا داماد، (۶) سندھی بلوچ جو اہلحدیث ہوئے، (۷) تقلید اور روافض، (۸) داڑھی منڈا مولوی، (۹) نور العینین، (۱۰) علی محمد حقانی کی عبارت میں تعارض، (۱۱) مفتی ولی درویش صاحب کی عبارت کا تعارض اور ان کی وجہ سے اوکاڑوی جواب کو باطل کہا ہے۔

قارئین کرام! مسئلہ تراویح کا چل رہا تھا یہ گیارہ باتیں علی زئی نے مسئلہ سے غیر متعلقہ کی تھیں جو خلطِ موضوع کی بناء پر اس کی اپنی ہار تھی کہ موضوع کو چھوڑ کر گالیاں وغیرہ دینی شروع کیں اس لئے ان کے جواب کو اگر نظر انداز کیا بھی ہے تو یہ مناظرانہ اصول کے مطابق ہے کہ ماہر مناظر غیر موضوع میں نہیں الجھتا۔معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ کا جواب ان کے نزدیک بھی ہو گیا ہے اس کو باطل کہنا غلط ہے۔برادرِ مکرم نے بارہا اپنے مضمون میں مطالبہ کیا کہ ہم بیس کے ساتھ تراویح کا لفظ دکھاتے ہیں اور بیس پر استقرار ثابت کرتے ہیں، علی زئی آٹھ کے ساتھ تراویح کا لفظ اور اس پر استقرار ثابت کرے مگر اس نے پورے رسالہ میں ان میں سے ایک بات بھی پوری نہیں کی۔خدا نے چاہا تو ان شاء اللہ اس کی گیارہوئیں (یعنی گیارہ باتوں) کا جواب بھی دے دیا جائے گا۔ان شاء اللہ۔

پہلی بات

علی زئی نے اوکاڑوی حیاتی کے تناقضات کے تحت نمبر ۳ میں لکھا تھا کہ:......"اوکاڑوی صاحب نے اپنی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند کے راوی محمد بن ابی لیلی کو ضعیف لکھا ہے"۔(صلوۃ الرسول پر ایک نظر، صفحہ ۱۲ مجموعہ رسائل جلد ۲، صفحہ ۱۶۴، نمبر ۳۹) اس کے برخلاف (دوسرے مقام پر) اپنی مرضی کی (ایک) حدیث پیش کی ہے جس میں یہی ابن ابی لیلی ہے۔(تحقیق مسئلہ رفع یدین، صفحہ ۶۔۷، مجموعہ رسائل، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳، امین اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱)......اس اعتراض کو علی زئی نے متعدد جگہ دہرایا ہے مگر اس اعتراض کو بار بار ذکر کر کے عوم پر اپنی جہالت کو آشکار کیا ہے کیونکہ تناقص یہ ہے کہ ایک راوی کو بالذات ضعیف بھی کہے اور پھر بالذات قوی بھی کہے یہاں تو راوی کو ضعیف کہا ہے اور روایت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ضعیف راوی کی روایت تعددِ طرق سے حَسَن ہو جاتی اور بعض اوقات شاہد کے طور پر اس کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ضعیف روایت تلقی اُمت بالقبول کی وجہ سے صحیح بن جاتی ہے۔اس وجہ سے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:......"جب تو کسی حدیث کو سندِ ضعیف کے ساتھ دیکھے تو تجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، اس سند کے ضعف کی وجہ سے اس حدیث کے متن کو ضعیف نہ کہو مگر یہ کہ حدیث کا کوئی امام یہ کہہ دے کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں یا کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف کی وجہ تفصیل بیان کرے۔" (التقریب مع التدریب، صفحہ ۱۶۱، جلد ۱)

اسی طرح علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگ کسی حدیث کو قبول کرلیں تو اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے گا اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔ (تدریب الراوی، صفحہ ۲۵، جلد ۱) ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جن احادیث کو محدثین کی جماعت محدثین سے قبول کرلے تو ان کی صحت کے بارہ میں سند کے سوال سے وہ بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ (اعلام الموقعین، صفحہ ۲۰۳، جلد ۱)

امام ترمذیؒ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث (کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو ان کی طرف متوجہ کرلیتے) نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن الفضل بن عطیہ ضعیف ہے، پھر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وغیرہ کا عمل اس حدیث پر ہے کہ خطبہ کے وقت امام کی طرف توجہ کو وہ مستحب سمجھتے ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۱۱۲، جلد ۱)

نیز اسی صفحہ پر رشید بن سعد کا ضعف بھی نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ **والعمل علیه عند اهل العلم** یعنی اہل علم کے نزدیک عمل اس حدیث پر ہے تو یہ بات واضح ہوگئی کہ راوی کا ضعف اور شئی ہے اور روایت کا ضعف اور شئی۔

اصل مسئلہ

یہ ہے کہ صلوۃ الرسول پر ایک نظر میں مسئلہ آمین پر تقریباً سولہ مواخذے کئے گئے، ان میں سے ایک مواخذہ یہ بھی تھا کہ صلوۃ الرسول کا مفہوم عوام یہی سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں ذکر کردہ مسائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ ہیں تو غیر مقلد بتائیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا کہ صفحہ ۱۹۶ پر حضرت علیؓ کی روایت جس کی سند میں محمد بن ابی یعلی (صحیح ابی لیلی) اور وجیہ بن عدی ضعیف ہیں وہ نقل کرلینا مگر طحاوی سے یہ روایت حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آمین آہستہ کہا کرتے تھے نقل نہ کرنا۔ (مجموعہ رسائل، جلد ۲، صفحہ ۱۲۸) یہاں مسئلہ آمین بالجہر کا تھا جو اس علاقے کا منکر مسئلہ ہے۔ انگریز کے دور سے پہلے تقریباً ہزار سال مسلمانوں کی حکومت رہی، کسی نے بلند آواز سے آمین نہیں کہی تھی، انگریز کے زمانہ میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے متروک اور ضعیف راویوں کی روایتوں کو عوام میں پھیلانا شروع کیا جس کے نتیجہ میں لڑائیاں ہوئیں اور عدالتوں تک مقدمات گئے۔ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی غیر مقلد فرماتے ہیں:......... "شاہ ولی اللہ صاحب کے اور ان کے بعد قریبی زمانے میں بھی ممدوح کے مؤلفات پڑھے پڑھائے جاتے کہ مقلدین نے حسبِ عادت ان اقوال کی توجیہ میں اپنی پوری قوتِ استدلال صرف کردی اور کسی عالم یا عامی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داستن
پس حدیث مصطفی برجان مسلم داشتن

پر بھی متوجہ ہو سکے ماسواء شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی کے جنہوں نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں آمین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کردی۔ (نقوش ابوالوفاء، صفحہ ۳۴-۳۵)

فائدہ

قارئین! اس آمین بالجہر کہنے والے کا تعارف بھی بقول مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد سن لیں مولانا فرماتے ہیں، آج کل اس (تقویۃ الایمان کی) بحث کو اٹھانے والے حضرت فاخر صاحب الہ آبادی ہیں جن کا ذکر خیر اہلحدیث مورخہ ۱۵/ ستمبر میں ہو چکا ہے۔ ان ہی صاحب نے

اخبار شوکت بمبئی مورخہ ۳۱/اگست میں مولانا شہیدؒ اور مولانا کے ہم صحبت حضرت مولانا عبدالحی مرحوم کو دو کتے کہہ کر دِل کے پھپھولے پھوڑے ہیں جس کے جواب میں بجز اس عربی شعر کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

واذا اتتک مذمتی من ناقص

فھی الشھادۃ لی بانی کامل

(فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۰۲، جلد ا)

پھر فرماتے ہیں، مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت رکھتا ہوں مگر ان کی علمی واقفیت محدودہ کی وجہ سے ان کی نسبت اگر یہ رائے ظاہر کروں کہ شرعیات اور عقائد میں ان کی رائے بصورت فتوی پیش ہونے کے لائق نہیں تو کچھ بے جا نہیں، ہاں میں نے سنا ہے کہ وہ شاعر ہیں قوالی میں اچھا دسترس رکھتے ہیں، بہت سی مکشوفات ان کی شاگرد ہیں، گزشتہ تحریک خلافت میں جہاں اور بہت سے لوگ مولانا بنے تھے آپ بھی اسی زمانہ کے سند یافتہ ہیں جن سب کی نسبت یہ کہا گیا تھا۔

نہ مذہب سے ہوئے واقف، نہ دین حق کو پہچانا

پہن کر جبہ و شملہ لگے کہلانے مولینا

باوجود اس کے کہ مجھے جو ذاتی طور پر ان سے مراسم دوستانہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہبی عقائد اور مسائل میں، میں ان کی رائے کسی عملی اصول پر مبنی نہیں جانا کرتا۔ (فتوئ ثنائیہ، صفحہ ۱۰۳، جلد ا، مورخہ ۵/ ستمبر ۱۹۲۴ء) برادران اہل سنّت ! یہ وہ شخص ہے جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے آمین بالجہر کہی اسی طرح ۲۲/ اگست ۱۸۸۴ء کو بنارس شہر کے محلّہ مدنپورہ میں علی عرف علو کی مسجد میں رمضان ولد مدار و محمد حسین ولد الہ دین و عبدالرحمٰن ولد عبدالکریم نے جمعہ کی نماز میں باوازِ بلند آمین کہی اور وہاں لڑائی ہوئی۔

مقدمہ عدالت میں دائر ہوا اور اکثرت رائے سے ۱۸۸۵ء مورخہ ۲۱/ فروری کو ملزمان کو ۲۵/ روپے جرمانہ بصورت دیگر ایک ماہ قید سخت کا فیصلہ ہوا ۔(فتوحات اہلحدیث، صفحہ ۱۷۔۱۸)

ان مختصر حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آمین بالجہر اس علاقے کا متروک عمل ہے اور آہستہ آمین اس علاقے کا معروف عمل ہے۔ اس معروف عمل کے خلاف ابن ابی لیلی جیسے ضعیف راوی کی روایت ذکر کرنا جبکہ اس کا دادا استاد جیہ بن عدی بھی خطا کار رہا اور قرآن پاک کی آیت :......قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون " وہ مومن یقیناً کامیاب ہوگئے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔" (مومنون: ۱۔۲) اور آواز میں خشوع کے بارہ میں فرمایا اللہ رحمٰن کے سامنے تمام آوازیں پست ہوجائیں گی سوائے کھسر پھسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا۔ (طہٰ ۱۰۸) صلاح الدین یوسف اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، سوائے قدموں کی آہٹ اور کھسر پھسر کے کچھ سنائی نہیں دے گا ،اسی طرح یونس آیت ۸۹ سے معلوم ہوا کہ آمین دُعا ہے اور سورہ اعراف آیت ۵۵ میں حکم ہے کہ دعا آہ و زاری اور خفیہ طریقے سے کرو اور حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنے رب کو خفیہ پکارا (مریم آیت ۳) اسی طرح قرآن پاک معروف (نیکی) پھیلانے اور منکر کے روکنے کا حکم دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ آخر زمانے میں بہت دجل وفریب کرنے والے اور انتہائی جھوٹ بولنے والے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو تمہارے پاس بعض ایسی حدیثیں لائیں گے کہ جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچانا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم جلد ا صفحہ ۱۰) اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ جو حدیث معروف ہو اس کو لینا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

غیر معروف احادیث کوعوام میں پھیلانے والے کذّاب دجّال ہوں گے اوراس کی وجہ سے فتنہ اور گمراہی پھیلے گی اوراسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کے وقت خلفاء راشدینؓ کی سنّت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کا طریقہ آمین بالجبر کا نہیں تھا حضرت عمرؓ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تو صراحۃً منقول ہے کہ وہ بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی نہیں کہتے تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۱۵۰، جلد ۱)

تو حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نورہ اللہ مرقدہٗ نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ ان تمام دلائل کے خلاف ابن ابی لیلیٰ اور جحیہ کو ضعیف لکھا ہے اور تحقیق مسئلہ رفع یدین میں معاملہ اس کے برعکس تھا کہ اس علاقے کا متواتر اور معروف عمل ترکِ رفع یدین ہے۔ ہندوستان میں رفع یدین کا اجراء انگریز کے ملازم محمد یوسف سے ہوا جو عالم نہیں تھا، کہتا ہے کہ ۱۸۶۰ء میں میرے پاس مشکوٰۃ کا ترجمہ مظاہر حق آیا تو اس کو دیکھا میں نے رفع یدین شروع کی میرے استاد مولوی غلام علی نے مجھے مسجد سے نکال دیا۔ میں نے مولوی غلام رسول کی مسجد میں نماز شروع کی وہ مجھ سے ناراض ہوئے۔ میرے سسرال والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ دہلی میں نواب قطب الدین صاحبؒ کی مسجد میں رفع یدین کی تو وہ بھی ناراض ہوئے اور میاں نذیر حسین صاحب نے بھی میرے کہنے پر رفع یدین شروع کی۔ اس کا سلسلہ شاگردی پورے ہندوستان میں پھیلا تو اس طرح عمل بالحدیث ہندوستان میں پھیل گیا۔ (نقوش ابوالوفاء، خلاصہ از صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

چونکہ ترک رفع یدین کو تلقی بالقبول حاصل تھی اس لئے اس میں ضعیف راوی کی روایت بھی خصوصاً جبکہ اسکا شاہد بھی موجود ہو جیسا کہ تحقیق مسئلہ رفع یدین میں حضرت ابن عباسؓ کی یہی روایت سعید ابن جبیرؒ کے واسطہ سے بھی منقول ہے اور اس میں ابن ابی لیلیٰ کا واسطہ نہیں۔ ملاحظہ ہو:...... **حدثنا احمد بن شعیب ابو عبدالرحمن النسائی ثنا عمر بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعة اعضاء الدین و القدمین و الرکبتین و الجبهة و رفع الایدی اذا راء یت البیت و علی الصفا و المروة و بعرفة و عنف رمی الجمار و اذا اقیمت الصلوٰة** (معجم طبرانی کبیر، جلد ۱۱، صفحہ ۴۵۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سجدہ سات اعضاء پر ہے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوف عروہ کے وقت رمی جمار کے وقت اور جب نماز قائم کی جائے۔ (مجموعہ رسائل، ص ۱۵۲، جلد ۱) ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو موقوفاً ابن فضیل کے واسطہ سے عطاء سے نقل کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۲۳۶/ ۲۳۷، جلد ۱)

دوسری بات

علی زئی نے اوکاڑوی صاحب کا عقیدہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ، جو فاضل دیوبند تھے، تشریف لائے۔ فرمایا ولی محمد (اوکاڑوی صاحب کے والد) گھبراؤ نہیں، تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھو گے، میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحبؒ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔ (تجلیات صفدر، صفحہ ۱۰، جلد ۱) (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱)

یہ مسئلہ خوارق کا ہے خرقِ عادت کرامت یا معجزہ کا اس میں اختیار نہیں ہوتا، اسی طرح نہ اس میں کلیت ہوتی ہے کہ جو کرامت ایک ولی سے ہو وہ سب اولیاء سے صادر ہو اور نہ دوام ہوتا ہے کہ ہر وقت وہ کرامت یا معجزہ کو ظاہر کو سکے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو چچا کے لئے دس انگلیاں

اٹھانا بھی مفید نہ ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے اور دوسرے موقعہ پر یمم کی آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ اکرامؓ کے ساتھ تیمّم کرنا پڑا، معلوم ہوا کہ چشموں کا جاری ہونا خدا تعالیٰ کی قدرت سے تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔ عیسائیوں نے ان معجزات کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت کا عقیدہ بنا کر یہ کہہ دیا کہ یہی خدا ہیں یا خدا کا بیٹے ہیں اور یہودیوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے انکار کر دیا کہ ہم سے اگر یہ نہیں ہوسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک سحر ہے جس سے آنکھوں پر اثر ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ سب میرے اذن اور اختیار سے تھا۔ تحیی الموتی باذن اللہ وغیرہ آج کل بھی وہی افراط یہاں پائی جاتی ہے۔ اہلِ بدعت بزرگوں کو کرامات کو عیسائیت کی نظر میں دیکھتے ہیں کہ علمی کرامت دیکھ کر ان کو ''عالم الغیب'' سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور منافق القدرۃ کسی فعل کے صدور کو دیکھ کو اس کو ''مختارِ کل'' وغیرہ سمجھتے ہیں اور علی زئی وغیرہ غیر مقلدین ان کرامت کو یہودیوں کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کا انکار کر دیتے۔

حضرت اوکاڑوی نور اللہ مرودہٗ نے پوری زندگی اس افراط وتفریط کی تردید کی اور بتایا کہ اہل سُنّت والجماعت کا مسلکِ اعتدال یہی ہے کہ کرامت میں قدرت واختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور اس میں کلیت اور دوام بھی نہیں ہوتا اور اکثر کرامت میں قطعیت بھی نہیں ہوتی، اگر کرامت شرک ہے تو قرآن و سُنت جن میں معجزات کے ساتھ کرامت کا ذکر ہے وہ بھی شرکیہ کتابیں بن جائیں گی، مثلاً قرآن پاک میں آل عمران آیت نمبر ۳۷ میں حضرت مریم علیہ السلام کے پاس (بے موسم) پھلوں کے خرق عادت آنے کا ذکر ہے۔ آصف بن برخیا کے آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کے تحت لانے کا ذکر ہے۔ (نمل: ۴۰) ان دونوں مقامات میں حضرت مریم نے من عنداللہ کہہ کر اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ھذا من فضل ربی کہہ کر یہ بھی بتادیا کہ کرامت میں قدرت خداوندی ہے۔ اب کرامت کا انکار کرنے والا علی زئی خدا تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے۔ اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں باب الکرامات ہے اس میں حضرت جابرؓ کے والد عبداللہؓ کی وصیت ہے کہ میرے باپ نے رات کو مجھے بلا کر فرمایا کہ میرا بھی خیال ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اس کے بعد کچھ وصیتیں فرمائیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فلکان اور قتیل وہ سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ، صفحہ ۵۴۴) تو علی زئی کے نزدیک حضرت عبداللہؓ عالم الغیب بن گئے؟

تیسری بات:

یہ کہ صفحہ ۱۳ پر احمد علی لاہوریؒ کے کشف کا ایک موضوع واقعی ہے۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۱)

کشف بھی منجانب اللہ ہوتا ہے، اس کا انکار بھی قدرت خداوندی کا انکار ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:...... ''بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں بلکہ ان کے اختیار سے باہر ہے۔'' (شریعت وطریقت، صفحہ ۳۳۰) حضرت انس بن نضرؓ نے احد میں فرمایا میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پاتا ہوں۔ (بخاری) حضرت سعدؓ کو احد کی لڑائی میں فرشتوں کا کشف ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب تھے۔ (بخاری)

علی زئی اور تمام غیر مقلد کرامات اہل حدیث کا عربی ترجمہ کروا کر سعودیہ دارالافتاء میں بھیجیں کہ یہ شرک ہے یا نہیں۔ میں نذیر حسین صاحب کی پیشنگوئی بھی ملاحظہ فرمائیں، عبدالعزیز ساکن صمدنی کو لکھتے ہیں:...... ''مجھے اپنے اللہ سے اُمید ہے کہ تم کو وہ اولاد صالح دے گا اور یہ بھی

قوی بھروسہ ہے کہ سب سے زیادہ ہوگی۔ میں رات کو خواب دیکھا تھا کہ تم کئی لڑکوں کی انگلیاں پکڑے ہوئے آرہے ہو اور چند بچے تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔'' (الخ) آگے لکھتے ہیں کہ:......'' میرے چند لڑکے ہیں اور ان کا نام بھی درج کئے ہیں۔'' (الحیات بعد المُمات، صفحہ ۳۴۴۔۳۴۵) کیا ایسی پیشنگو ئیاں بھی شرک ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم عطا فرمائیں۔ امین!

چوتھی بات:

علی زئی لکھتا ہے کہ زکریا صاحب تبلیغی حیاتی دیوبندی محدثین پر نیشن زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:.....'' ان محدثین کا ظلم سنو۔'' (تقریری بخاری، جلد ۳، صفحہ ۱۰۴) یہی اعتراض علی زئی نے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم صفحہ ۲۲ پر کیا ہے اور چند تصوف کی اصطلاحات کو بگاڑ کر لکھتا ہے کہ:......'' دیوبندی حضرات اہلِ بدعت ہیں اور جہمیہ کی طرح ان کی بدعت شدید اور خطرناک ہے، لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اہلحدیث سلفی علماء کی یہی تحقیق ہے۔ ہمارے شیخ بدیع الدین الراشدیؒ نے اس مسئلے پر ایک رسالہ ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے۔'' لکھا ہے۔ پرفیسر عبداللہ بہاولپوریؒ اور شیخنا ابوالجال اللہ دِتہ السوہدوی الوزیرآبادی بھی اسی کے قائل تھے کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی کا بھی یہی مئوقف ہے۔ جن علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان تک دیوبندیوں کے عقائد مذکورہ نہیں پہنچے ہیں یا نہیں اس مسئلے پر تحقیق کا موقع نہیں ملا ہے۔''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، صفحہ ۳۰)

اس سے قبل اس نے بدعتِ جہمیہ کو بدعت مکفرہ لکھا ہے اور سلام بن ابی مطیع کا قول نقل کیا ہے کہ ''الجهمية كفار لا يصلى خلفهم جہمیہ کفار ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔'' (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، صفحہ ۸)

الجواب:

قارئین کرم! جن عبارات اور عقائد علی زئی نے بگاڑ کر علمائے دیوبند کو جہمیہ اور پھر جہمیہ کو کافر اور امامت کا اہل قرار نہ دینا یہ بحث تو دوسری کسی تحریر میں آئے گی نیز یہ بحث بھی اس وقت مقصود نہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری اور حافظ عنایت اللہ وزیرآباد کی نماز تو ہو جاتی تھی اور علی زئی کی دیوبندیوں کے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟

سرِ دست تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خلاف جوزہر علی زئی اُگل رہا ہے اور اس کو لا ینحل مسئلہ سمجھتا ہے اگر چہ ہر عقل مند اس کو اس بھنگی کی بڑ سمجھتا ہے جو مامون کو کہتا تھا کہ یہ مامون رشید بھائی سے غداری کر کے میری نظر سے گر گیا ہے۔ حضرت شیخ الادبؒ نے اس کو اَنْفٌ فِی الْمَاءِ وَاِسْتٌ فِی السَّمَاءِ کے عنوان سے تعبیر کیا ہے تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا علی زئی کی نظر سے گرنا بھی ایسے ہی ہے۔

لطیفہ:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علی زئی کے پیچھے غیر ملکی سرمایہ بولتا ہو جیسے کسی نمبردار کے گھر کام کرنے والی نوکرانی نے چند بار نمبردار سے کہا کہ میرا بچہ جوان ہو گیا ہے اور اب آپ کی بچی بھی جوان ہوگئی ہے اگر آپس میں رشتہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ نمبردار کو پتہ چلا تو اس نے کہا جہاں بیٹھ کر ایسی بات کرتی ہے اس جگہ کو کھودو، وہاں کوئی خزانہ تو نہیں۔ چنانچہ کھدائی کی گئی تو وہاں سے خزانہ نکلا، خزانہ نکلنے کے بعد جب اس سے بات کی تو نے ہم سے

رشتہ مانگا تھا تو کہنے لگی توبہ توبہ کہاں میں غریب اور کہاں آپ جیسے نمبردار۔ تو نمبردار نے کہاں کہ اصل میں یہ نہیں بولتی تھی نیچے دفن شدہ پیسہ بولتا تھا۔ جب دفن شدہ پیسہ اثر رکھتا ہے تو غیر مدفون غیر ملکی سرمایہ کس طرح غیر مقلدین کو خاموش رہنے دے گا۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے چھیالیس سال تک حدیث شریف کا درس دیا، جس میں خصوصیت سے بخاری اور ابوداؤد زیر درس رہیں۔ بخاری شریف اوّل پچاس مرتبہ دونوں جلد سولہ مرتبہ پڑھائیں۔
(تذکرۃ الشیخ، صفحہ ۳۱)

۳۳ھ سے رجب ۹۰ھ تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں حدیث پاک کا مشغلہ نہ ہو۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں اٹھارہ سو اکیس طلباء نے حضرت شیخ سے حدیث پاک کا درس حاصل کیا۔ اس میں پاک و ہند کے علاوہ سعودی عرب، افریقہ، انگلستان، افغانستان وغیرہ ممالک کے طلباء بھی شامل رہے ہیں۔ (مختصر تذکرہ، صفحہ ۳۱)

مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے فارسی اشعار کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شیخ نے جگہ جگہ خانقاہ و مدرسہ قائم فرمائے اور تربیت فرما کر قافلے کے قافلے بھیجتے ہیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، افریقہ حضرتؒ کا فیض پہنچا ہے اور مورش، رنگون، اندمان جیسے مقامات کو مرکز بنایا ہے۔ (تذکرۃ الشیخ، صفحہ ۳۴) حضرت شیخ فرماتے ہیں ۱۳۸۴ھ میں حج و زیارت کے لئے گیا تھا، وہاں مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ یہ ناکارہ مسجد نبوی میں بخاری شریف پڑھانے پر مامور ہوا، مجھے بہت ہی فکر سہم اور اپنی نااہلیت کا استحضار بار بار عذرت معذرت پر میں نے کہا کہ میں کتابیں وغیرہ ساتھ نہیں لایا کو بوقت ضرورت مراجعت کرسکوں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں پاس بیٹھا رہا کروں گا اور مدد دیتا رہا کروں گا، سبق شروع ہوگیا۔ میں نے شروع میں خطبہ نہ ہونے کے متعلق جو توجیہات ہم کیا کرتے ہیں شروع کیں، حضرت امام بخاریؒ پاس تھے، انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس کی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوئی بلکہ الگ الگ کر اس (اجزاء) کتاب العلم، کتاب الطہارت وغیرہ تالیف ہوتے رہے، بعد میں ان کو مرتب کرلیا گیا اس لئے خطبہ کی نوبت نہیں ائی۔ (تقریر بخاری، ص ۶۴، جلد ۱)

سچے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کی روحانی توجہ بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق ادھوری بات نقل کر کے اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنا مقصود ہے۔ غیر مقلدین کی سب سے پہلی جماعت غرباء اہلحدیث جو ۱۳۱۳ھ میں معرض وجود میں آئی اس کا مقصد بقول پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد ملاحظہ فرمائیں: فرماتے ہیں:......"میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی۔" (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۴۸)

نواب وحید الزمان غیر مقلد امام بخاریؒ کے بارہ میں فرماتے ہیں......"امام بخاریؒ کو پتہ نہیں کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان (امام جعفرؒ) سے روایت نہیں کرتے اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بےاَدبی کی ہے جو کہتے ہیں: **فی نفسی منه شیئی و مجالد احب الی منه** حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہل سُنّت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو ائمہ اہل بیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاریؒ پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادقؒ سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔" (لغات الحدیث، صفحہ ۶۲)

اسی طرح حکیم فیض عالم صدیقی بخاری شریف کی واقعہ افک کی روایت کو وضعی روایت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:......"سورہ نور کی آیت ۱۱ تا ۱۲ کی سیدھی سادھی تفسیر کو چند وضعی احادیث کی روشنی میں گھسیٹ کر صدیقہ کائنات کی پاکدامنی کی تائید میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے

۔"(صدیقہء کائنات، صفحہ۹۲) پھر فرماتے ہیں کہ اس افک کی زد میں صرف صدیقہء کائنات کی ذاتِ مطہر ہی نہیں آتی بلکہ تمام صحابہؓ اور صحابہ سے بڑھ کر خود حضور خاتم المعصومین کی ذاتِ اقدس بھی آتی ہے۔ گویا اس کذاب داستان گو نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ہیں۔ وہ کذاب داستان گو اس داستان سے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل دیا تھا اس میں ہر فرد اس ذہنیت کا تھا کہ جہاں تنہائی میں کسی مرد کو کسی عورت سے ملنے کا موقع ملتا وہ گناہ سے باز نہ رہ سکتا بلکہ وہ بات کو بڑھا کر اس طرح حملہ آور ہوتا ہے کہ ماں اور بیٹا بھی ایسے مواقع پر آپس میں چوکنے والے نہیں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کذاب کے خاندان میں اس جیسے واقعات رونما ہوتے رہے ہوں گے جن کی وجہ سے وہ بری طرح متاثر تھا اور اسی طرح اس کو یہ واقعہ تراشنے میں ذرا ہچکچاہٹ یا تنگی محسوس نہیں ہوئی۔ ایک طرف اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی عزت پر حملہ کیا، دوسری طرف اس نے پورے مسلم معاشرہ کے بلند ترین اخلاقی کردار کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ تیسری طرف اس نے نبی علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات کی ذواتِ قدسیہ کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ہمیشہ آپس میں الجھتی رہتی تھیں۔"(صدیقہء کائنات، صفحہ۹۳)

پھر بخاری کی دوسری حدیث جس کی آڑ میں افک کی روایت تراشی گئی کہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:......"ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمارے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عظمت، ازواجِ مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں۔ کیا یہ امام بخاری کی اس طرح کی تقلید نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔"(صدیقہء کائنات صفحہ۱۰۵۔۱۰۶)

بخاری شریف میں اس روایت کے راوی ابن شہاب زہریؒ ہیں، حکیم صاحب فرماتے ہیں......"ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے۔ اکثر گمراہ کن، خبیث اور مکذوبہ روائتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔"(صدیقہء کائنات، صفحہ۱۰۷) نیز فرماتے ہیں:......"ان کی گمراہ کن روایتوں میں ان کے ساتھی کوفی اور بصری تھے۔ محمد ابن اسحاق جن کے متعلق امام مالکؒ کا قول (کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا) نقل کیا گیا ہے۔ ابن شہاب کے گروہ کا فرد تھا ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے۔"(صدیقہء کائنات، صفحہ۱۰۸)

دسمبر۱۹۸۲ء میں عالمی سیرت کانفرنس اور ہفتہ وحدت میں شرکت کرنے کے لئے پاکستان سے ایک وفد ایران گیا۔ اس وفد میں گوجرانوالہ کے غیر مقلد عالم مولوی بشیر الرحمٰن مستحسن تھے، انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:......" اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابلِ قدر ضرور ہے قابل عمل نہیں۔ (جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے جو کچھ پہلے کہا گیا تھا اس میں حضرت مولانا عبدالقادر آزادؒ کے چھ نکات بھی تھے جن میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ خمینی مجتہد کی حیثیت سے اعلان کریں کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ ایسے ہی بلند پایہ مسلمان ہیں جیسے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ نیز دستوارِ ایران میں سربراہِ مملکت کے لئے شیعہ عقیدے کا حامل ہونے کی شرط ہے۔ یہاں شیعہ کی بجائے مسلم کا لفظ ہونا چاہئے۔ نیز یہ کہ تہران کے سنی مسلمانوں کو اپنی مسجد بنانے کی اجازت دی جائے اور پارلیمنٹ اور دوسرے محکموں میں سنی مسلمانوں کی تعداد کے مطابق انہیں نمائندگی دی جائے) اختلاف ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کے لئے اسبابِ اختلاف کو مٹانا ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض

ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز کر رہی ہے کیوں نہ ہم ان اسباب ہی کو ختم کر دیں، اگر آپ صدقِ دِل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دلآزاری کا سبب ہیں۔ ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں آپ اصول کافی کو نذرِ آتش کریں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔" (آتشکدہ ایران، صفحہ ۱۰۹)

قارئین کرام! یہ ہے ان غیر مقلدین کا حدیث اور محدثین کا احترام اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ایک ذو معنیین جملے کو لے کر اپنی اس کار کردگی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ کیا لفظ اہل حدیث جو ایک علمی اصطلاح میں محدث پر بولا جاتا تھا اس کو ایسے جاہل غیر مقلد کے لئے استعمال کرنا جس کو استنجاء نہ کرنا آتا ہو اپنا نام نہ لکھنا آتا ہو یہ محدثین پر ظلم نہیں۔ اگر کسی جاہل مریض کو ڈاکٹر صاحب اور ابجد ناشناس کو علامہ صاحب یا سائنس دان جج صاحب کہنا اگر ان فنون کی توہین اور ان ماہرین فن پر ظلم ہے تو لفظ اہلحدیث کا جاہلوں کے لئے استعمال میں بھی یقیناً محدثین اور فنِ حدیث پر ظلم ہے۔ اب آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کی پوری عبارت پڑھیں گے تو حضرت شیخ سے کوئی بدگمانی نہیں رہے گی۔ مسئلہ رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر ابن مسعودؓ کی روایت کو تم موقوف کہتے ہو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی روایت موقوف ہے اس لئے کہ ابن عمرؓ کے دو شاگرد ہیں۔ ایک سالمؒ دوسرے نافعؒ۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں اور نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالمؒ تو مرفوع نقل کرتے ہیں اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رفعاً و وقفاً متفق ہیں، تو تین میں تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ (تقریر بخاری، جلد ۳، صفحہ ۱۰۴)

قارئین! پوری عبارت پڑھیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ حنفیوں کی جو مظلومیت بیان کر رہے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ ان روایات کی کچھ تفصیل حضرتؒ نے اوجز جلد ا، صفحہ ۲۱۴ پر ذکر کی ہے۔ اب قارئین فیصلہ فرمائیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی علی زئی ناقص عبارت نقل کر کے شیخ پر ظلم کرتا ہے یا نہیں!

پانچویں بات:

اوکاڑوی کا داماد کا عنوان صفحہ ۱۵ پر دیا ہے اور صفحہ بائیس پر لکھتا ہے کہ جب میں اوکاڑہ گیا تو میں نے امین اوکاڑوی صاحب کے کلین شیو داماد (محمود صاحب) سے ملاقات کی، میرے ساتھ شیخ محمد حسین ظاہری صاحب، مولانا عبداللطیف تبسم صاحب، جناب عبدالجلیل صاحب، حافظ جمیل صاحب، جناب محمود صاحب اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب تھے۔ یہ داماد مسلکاً اور خاندانی اہلحدیث ہے، وہاں اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کو بھی دیکھا۔ داماد نے بتایا کہ میرے بیٹے دادا (اہلحدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دین اسلام) پر ہیں، نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں۔ والحمدللہ یاد رہے کہ یہ داماد پہلے بھی باوجود اپنی خامیوں کے مسلکاً اہلحدیث تھا اور اب بھی ہے۔" (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۲)

قارئین کرام! یہ ہے علی زئی کا اور آج کل کے غیر مقلدین کا لاینحل سوال جس کا جواب نہ ملنے پر علی زئی کی آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہے۔ نیز قارئین اہلحدیث کے مسلک کے بعد بریکٹ میں یعنی صحیح دین اسلام پر غور کریں کہ یہ مقلدین کو کیا سمجھتے ہیں۔ غیر مقلدین بھی علی زئی کی اندھی

تقلید نہ کریں ذرا ٹھنڈے دِل سے سوچیں کہ جن غیر مقلدین کے داماد بریلوی اور شیعہ ہیں یہ بریلویوں اور شیعوں کے حق ہونے کی دلیل ہیں اور کیا ایسے لوگوں کو وہ خدا یا رسول سمجھ کر پیش کرتے ہیں، پھر یہاں واقعہ بھی اس کے خلاف ہے۔اس سے پہلے غیر مقلدین نے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اوکاڑوی سے اس محمود کے غیر مقلد ہونے پر دس ہزار روپے ہارا ہے اور وہ شرائط وغیرہ اور محمود الحق صاحب کی تحریر مولوی غلام مصطفیٰ کے پاس محفوظ ہے، ضرورت پڑنے پر ان شاء اللہ وہ بھی شائع ہو جائے گی۔

علی زئی کی مذکورہ تحریر پڑھ کر بندہ خود ۲۹/ رمضان کو محمود کے پاس گیا اور میں نے مذکورہ تحریر پڑھ کر اسے سنائی تو وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میرے پاس یہ اشخاص کبھی نہیں آئے اور پھر بتایا کہ مولوی غلام مصطفیٰ سے اوکاڑہ کے غیر مقلدین نے دس ہزار کی شرط لگائی تھی۔ میں نے اس وقت ہی لکھ دیا تھا کہ میں حنفی ہوں اور مولوی غلام مصطفیٰ نے ان غیر مقلدین سے دس ہزار لیا تھا اور مذکورہ ناموں کا کوئی وفد میرے پاس نہیں آیا۔ اس کے بعد اس نے میرے کہنے پر درج ذیل تحریر پر دستخط کئے جو بعینہ قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔(اگلے صفحہ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں مسمی محمود الحق داماد مولنا محمد امین اوکاڑوی نے علی زئی کی کتاب اوکاڑوی کے تعاقب میں یہ تحریر دیکھی کہ میں نے محمد حسین ظاہری عبداللطیف تبسم، عبدالجلیل، حافظ جمیل، محمود صاحب اور مبشر احمد ربانی کے ساتھ امین اوکاڑوی کے داماد سے ملاقات کی یہ داماد مسلکا اور خاندانی اہلحدیث ہے، اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کے بارہ میں اس نے بتایا کہ یہ دادا (اہل حدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دین اسلام) پر ہیں نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں اور یہ بھی لکھا کہ یہ داماد پہلے بھی باوجود اپنی خامیوں کے مسلکا اہل حدیث تھا اور اب بھی ہے ۔ میں اس واقعہ کی تردید کرتا ہوں نہ ہی یہ لوگ میرے پاس آئے اور نہ میں نے یہ باتیں کہیں. میرا خاندان اگرچہ اہل حدیث ہے مگر میں اور میرے بچے اہل سنت والجماعت حنفی ہیں۔

چھٹی بات:

سندھی و بلوچی جو اہلحدیث ہوئے (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۱۵) پھر اس کی تفصیل لاڑکانہ سندھ کا مناظرہ کے عنوان سے اس طرح بیان کرتے ہیں:...... "ایک دفعہ حاجی علی محمد سیال صاحب اور آلِ دیوبند کے درمیان مناظرہ ہوا، راقم الحروف اپنے ایک مناظر دوست کے ساتھ لاڑکانہ پہنچا، دیوبندیوں کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کیں، ان کا ایک داڑھی منڈا مولوی اور باقی داڑھی والے مولوی تھے۔ فریقین کے شرائط پر دستخط ہوئے، اوکاڑوی صاحب کو دیوبندیوں نے بلوایا ہوا تھا، انہوں نے **المسلمون علی شروطھم** کی مخالفت کرتے ہوئے ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور ایسی خود ساختہ شرائط پیش کر دیں جن کا اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً حدیث وہ صحیح ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح کہیں، مقررہ وقت پر راقم الحروف اپنے سندھی (مستوئی قبیلہ کے) اور بلوچ (جاگیرانی قبیلہ کے) ساتھیوں کے ساتھ دیوبندیوں کے مدرسہ میں علمی مذاکرہ کے لئے پہنچا۔ جناب اوکاڑوی صاحب مناظرِ دیوبندیت اور ڈاکٹر خالد محمود سومرو دیوبندی صاحب اپنے مدرسہ جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث سے بھاگ چکے تھے، مناظرہ تو خیر نہ ہوا ان بھاگے ہوئے حضرات کو ان کے اپنے مدرسہ میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ تاہم بہت سے لوگ اہل حدیث ہو گئے تھے۔ مثلاً (۱) مختیار علی تمبر ولد نور الدین بڑو تعلقہ تمبر وُں کھٹڑ، (۲) سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی، گاؤں گل محمد جاگیرانی تعلقہ تمبر ضلع لاڑکانہ سندھ، (۳) حاجی محمد عظیم جاگیرانی، (۴) حاجی محمد مرید ولد قیصر خاں جاگیرانی، (۵) منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ۔" (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۲-۲۳)

قارئین کرام! یہ ہے علی زئی کا چھٹا نمبر جس کے جواب نہ ملنے کی وجہ سے تہجد، تراویح اور وتر ایک نماز بن رہے ہیں۔ علی زئی نے اپنی اندھی تقلید کرنے والوں کو تھوڑا سا مطمئن کرنے کے لئے تعاقب کے صفحہ ۱۰-۱۱ پر چار عدد تحریروں کے فوٹو بھی شائع کئے ہیں تا کہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ واقعہ کے بیان کرنے میں بڑی دیانت سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ علی زئی نے کیپٹن مسعود عثمانی سے سیکھا ہے کہ وہ بھی بخاری وغیرہ کے فوٹوسٹیٹ اپنی خواہش کے مطابق شائع کرتا ہے تا کہ پڑھنے والے مطمئن ہو جائیں کہ تحریر میں بڑی امانت و دیانت کا لحاظ رکھا گیا ہے حالانکہ اپنی مرضی کی ادھوری فوٹوسٹیٹ ہوتی ہے۔ علی زئی نے ۲ نمبر فوٹوسٹیٹ میں شائع کیا ہے:

"اہلحدیث نے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین پر اپنے تینوں دعویٰ مع دستخط لکھ کر دیوبندیوں کو دے دیئے، ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ دیوبندی مناظر امین اوکاڑوی مناظرہ سے بھاگ گئے۔ انہوں نے نہ جوابِ دعویٰ لکھا اور نہ اپنی طے کردہ شرطوں پر مناظرہ کے لئے تیار ہوئے۔" (تعاقب، صفحہ ۱۰)

الجواب:

غیر مقلد قرآنی آیت اور حدیث بھی اُدھوری عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اور فوٹوسٹیٹ بھی ادھوری، دوسرے فوٹوسٹیٹ میں جو لکھا ہے کہ تینوں دعویٰ مع دستخط لکھ کر دیوبندیوں کو دے دیئے اس کا فوٹو نہیں شائع کیا تا کہ پتہ چلے کہ وہاں مکمل دعویٰ تھا یا نہیں، دوسری طرف حنفی مناظر کی فوٹوسٹیٹ بھی نامکمل ہے۔ علی زئی کا شائع کردہ حنفی تحریر کا فوٹوسٹیٹ یہ ہے:...... "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ! غیر مقلد مناظر نے مناظرہ سے پہلے ہی تسلیم کر لیا کہ امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام ہیں اور صرف سورہ فاتحہ ہر مقتدی پر فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ قرآن پاک میں بالکل نہیں ہے۔ اب ہم اپنا مسئلہ ان شاء اللہ العزیز قرآنِ پاک سے ثابت کر دیں گے اور جب تک مسئلہ قرآن پاک سے حل ہو سکے کسی اور طرف

جانے کی ضرورت نہیں۔(۲) حدیث کی صحت اور ضعف کے بارہ میں غیر مقلد مناظر نے پوری بوکھلاہٹ کے ساتھ بکواس لکھ دیا ہے۔ جب آپ کے ہاں دلیل صرف اللہ کا فرمان اور نبی پاک کا ارشاد ہے تو آپ کو حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ہی ثابت کرنا پڑے گا۔ آپ نے اس کو بکواس لکھ کر ایک طرف قرآن وحدیث کی توہین کی ہے، دوسرے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوسکتا اور ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن نے ہمیں خاص اس مسئلہ میں یتیم کر دیا ہے، وہ ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح جلد ہی دوسرے دو مسائل یعنی آمین منفرد، مقتدی اور امام اور رفع یدین کی ۱۸ جگہ نفی دس جگہ اثبات، دوام کی صراحت، جو نہ کرے وہ بے نماز اور حدیث کو دلیل یعنی اللہ، رسول کے ارشاد سے صحیح ثابت کرنا اس کا جواب بھی بھیجیں۔ محمد امین صفدر عفا اللہ عنہ ۹۵-۱۰-۲۱" (تعاقب، صفحہ ۱۱)

قارئین کرام! اس تحریر کو پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ تحریر بھاگتا ہوا آدمی لکھ رہا ہے یا بھگانے والا۔ اس سے واضح ہوگیا کہ علی زئی نے جو پہلی شرط لکھی تھی کہ دلائل قرآن وحدیث سے دیئے جائیں گے۔(تعاقب، صفحہ ۱۰) پھر دوسری تیسری اور چوتھی شرط میں محدثین کی تصحیح تضعیف کو معیار قرار دینا پہلی شرط سے انحراف ہے کیونکہ جب دلیل قرآن وحدیث ہی ہے اور محدثین کی بات نہ قرآن ہے نہ حدیث تو حدیث کی تصحیح وتضعیف بلا دلیل ہوئی بلکہ غیر نبی پر اعتماد کرنا ان کے بقول شرک فی الرسالۃ ہے تو حنفی مناظر کی کوشش تو علی زئی کو شرک سے بچانے کی تھی اور عوام پر یہ واضح کرنا تھا کہ غیر مقلد مناظر تحریر میں ہی قرآن وحدیث سے اعراض کر گیا ہے اور اپنی پہلی شرط سے بھاگ گیا ہے بلکہ قرآن وحدیث کی پابندی کو بکواس کہہ دیا ہے اور علی زئی تعاقب کی تحریر تک اس قرآن وحدیث کے مطالبہ کو خود ساختہ اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے خلاف لکھتا ہے۔(تعاقب، صفحہ ۲۲)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوگیا کہ قرآن وحدیث کا ہر ہر بات پر مطالبہ کرنے والی جماعت غیر مقلدین کا وجود اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ مولانا اوکاڑویؒ بھاگے ہیں یا علی زئی اپنی پوری جماعت سمیت صرف قرآن وحدیث والی شرط سے ہی نہیں بھاگا بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے بھاگ کر نکل گیا ہے۔ اب نامعلوم اپنی جماعت کو اسلام کی تاریخ سے نکال کر کس مذہب میں داخلے کرے گا۔

قارئین کرام! ۱۹۹۵ء میں اسی مناظرہ میں علی زئی نے ایسی مار کھائی ہے کہ اب تک اس پہلی صرف قرآن وحدیث والی شرط کو چھوڑ کر اجماع اور اجتہاد کا قائل ہوگیا ہے اگرچہ منافقانہ طور پر ہی ہو، چنانچہ لکھتا ہے قرآن وحدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں۔ قرآن وحدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔ ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔(تعاقب، صفحہ ۴۶)

الحمد للہ اوکاڑوی صاحبؒ تو ساری زندگی اپنے مسلک پر قائم رہے اور علی زئی اپنا مسلک چھوڑ گیا، پھر بھی دعویٰ یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحبؒ بھاگ گئے۔ اب علی زئی المسلمون علی شروطھم پڑھ کر روزانہ اپنے اوپر دَم کیا کریں اور سوچا کریں کہ جس وقت پہلی شرط پر دستخط کئے تھے میں اس وقت مسلمان تھا یا اب اجماع اور اجتہاد کو مان کر مسلمان ہوا ہوں۔ مولانا اوکاڑوی کے تو اس شرائط نامہ پر دستخط بھی نہیں مگر جناب تو دستخط کر کے بھاگے ہیں اور تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن وحدیث کا مطالبہ بکواس اور خود ساختہ مطالبہ ہے۔ جس کا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کہیں وجود نہیں۔

مسلک کی تبدیلی

علی زئی کہتے:......"بہت سے لوگ اہلحدیث ہوگئے۔" (تعاقب،صفحہ۲۲) علی زئی صاحب بات پوری نہیں کرتے ہم خالی جگہ پر کردیتے ہیں کہ بہت سے لوگ اہلحدیث ہوگئے۔ہم قرآن وحدیث کی شرط سے انکار کرنے بلکہ بکواس کہہ کر اہلحدیث سے خارج ہوگئے اور نئے اہلحدیثوں سمیت تمام اہلحدیثوں کو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے نکال دیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم　　　　نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

پھر مسلک کی تبدیلی حق ہونے کی دلیل کیسے،پہلی شرط تو جناب نے قرآن وحدیث لکھی تھی اب یہ پانچ آدمیوں کے نام آپ نے تحریر کئے ہیں ان کو آپ قرآن مانتے ہیں یا حدیث؟ کیا غیر مقلد اگر مرزائی یا منکر حدیث بن جائیں تو یہ مرزائیت یا انکارِ حدیث کے حق ہونے کی دلیل ہے؟ آپ تو مناظرہ کے بعد ایسے حواس باختہ ہوگئے کہ قرآن وحدیث کے بعد اجماع اور اجتہاد کو تو دلیل مجبوراً ماننا پڑا تھا اب پانچ غیر مقلد جاہل بھی مستقل دلیل بن گئے،وہ تو بنے یا نہیں مگر آپ نے اپنی حقانیت کی دلیل بنا کر شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب کرلیا ہے۔

ان کی تعداد کتنی ہے؟

صفحہ۲۲۔۲۳ پر علی زئی نے مسلک بدلنے والوں کی تعداد پانچ لکھی ہے جبکہ صفحہ ۱۱ پر فوٹوسٹیٹ نمبر۳ پر تین نام لکھ کر چوتھا عدد خالی ڈالا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اگر بصارت اور بصیرت سے محروم نہ کیا ہو تو ہر شخص ضرور سوچے گا کہ ۹۵ء میں تین دستخطوں کے بعد ۲۰۰۰ء میں دو آدمیوں کے نام کیسے بڑھ گئے؟

مسلک تبدیل کیوں کیا؟

یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ مناظرہ تو ہوا ہی نہیں ان لوگوں نے کس دلیل سے مسلک تبدیل کرلیا؟ کیا قرآن وحدیث کے مطالبہ کو بکواس کہنا ان کو پسند آیا؟ یا المسلمون علی شروطھم والی کوئی آیت یا حدیث انہیں مل گئی تھی حالانکہ غلط شرط اور متضاد شرائط نہ شرعاً واجب القبول ہیں نہ عقلاً،بخاری شریف میں حدود میں شروط کے حلال نہ ہونے کا باب باندھا ہے۔اسی طرح حضرت بریرہؓ کے ولاء کے اوّل مالک کے لئے شرط لگانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا اور اعلان کرنا کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔(بخاری،جلد۱،باب الشروط الولاء) تو قرآن پاک سے جب اجماع اور اجتہاد خود علی زئی نے مان لیا تو پہلی شرط قرآن کے مخالف ہو کر باطل ہوگئی،اس باطل شرط کی وجہ سے اگر کوئی غیر مقلد ہو جائے تو اس کا سبب اس کا قرآن وسُنّت سے جاہل ہونا ہے جو کسی عقلمند کے نزدیک قابل استدلال نہیں۔میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ پانچوں شخص دلائلِ شرعیہ سے قطعاً ناواقف ہیں۔اہلحدیث تو کیا وہ حدیث کے مفہوم اور اس کی اقسام سے بھی ناواقف ہیں۔مناظرہ میں طے شدہ مسائل میں سے کسی مسئلہ کے بارہ میں ان کی تحقیق نہیں۔حضرت اوکاڑویؒ کے اس مناظرہ کے لئے کئے گئے سوالات کا آج یہ پانچوں شخص جواب دیں تو ہم سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ تحقیق کے بعد اپنے مذہب سے پھرے ہیں۔مثلاً لاڑکانہ کے مناظرہ میں غیر مقلدین نے نماز کے صرف تین مسائل کا انتخاب کیا:(۱) قراءۃ خلف الامام،(۲) آمین،(۳) رفع یدین،تو ان تین مسائل کا انتخاب دلیل سے کیا یا رائے سے جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ احناف کی ساری نماز خلاف حدیث ہے تو پوری نماز پر مناظرہ طے ہونا چاہئے تھا نہ کہ صرف تین مسائل پر۔کیا لاڑکانہ کے غیر مقلدین ان تین مسائل کے علاوہ حنفیوں کی باقی نماز کو سُنّت کے مطابق مانتے ہیں؟ یا وہ سمجھتے ہیں کہ قیامت میں صرف ان تین مسئلوں کا اللہ

تعالیٰ نے حساب لینا ہے، باقی نماز کا حساب نہیں لینا؟ پھر تینوں مسائل پر غیر مقلدین کو اپنے پورے عمل کے ثابت کرنے کا کہا گیا تھا۔ مثلاً قراءۃ خلف الامام کے بارہ میں غیر مقلدین جہری نمازوں میں ۱۱۳ سورتیں پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لئے ایک اذان، ایک اقامت، ایک سُترہ اور جمعہ کا ایک خطبہ کافی ہے۔ نیز فاتحہ کے علاوہ ۱۱۳ سورتیں امام کی پڑھی ہوئی مقتدیوں کے لئے کافی ہیں مگر سورہ فاتحہ امام کی پڑھی ہوئی مقتدی کے لئے کافی نہیں، خود ہر مقتدی کو پڑھنا فرض ہے ورنہ اس کی نماز باطل و بے کار ہوگی اور جن نمازوں میں امام اقراءۃ آہستہ کرتا ہے (ظہر وعصر) ان میں مقتدی پر فاتحہ فرض اور سورۃ پڑھنا مستحب ہے۔ اس مسئلہ کو اسی تفصیل کے ساتھ غیر مقلد پہلے قرآن سے ثابت کرے ،اگر قرآن سے ثابت نہ کر سکے تو لکھ کر دے گا کہ قرآن ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ دوسرے نمبر پر یہ مکمل مسئلہ حدیث کی ایسی کتاب سے ثابت کرے گا جس کا لکھنے والا اجتہاد کو کارِ شیطان اور تقلید کو شرک کہتا ہو، اسی طرح اس کی سند کے تمام راوی غیر مقلد ہوں کیونکہ کارِ شیطان (اجتہاد) کرنے والا اور مشرک (مقلد) جس سند میں ہو وہ سند کبھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ پھر راویوں پر جرح وتعدیل بھی دلیل (قرآن وسُنّت) سے ہوا ،اُمتیوں کے اقوال ذکر کر کے مشرک نہ بنیں اور متن حدیث بھی متعارض محتمل یا مجمل نہ ہو، اگر متعارض ہو تو رفع تعارض ترجیح یا تطبیق اور مختلف معانی کے احتمال کی صورت میں تعیین احتمال اور مجمل کی تفصیل بھی دلیل سے ہو جو غیر مقلدین کے نزدیک کتاب وسُنّت ہے۔

مسئلہ آمین کے بارہ میں

اسی طرح مسئلہ آمین کے بارہ میں غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا تمام فرض، سُنّت، نفل نمازوں میں آمین آہستہ کہتا ہے اور اس کو دائمی سُنّت کہتا ہے۔ جماعت کی نماز میں ظہر وعصر کی آٹھ رکعت اور مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت کل گیارہ رکعات میں ان کے امام اور مقتدی تمام آمین آہستہ کہتے ہیں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں اور فجر کی دونوں رکعتوں کل چھ رکعات میں یہ آمین بلند آواز سے کہتے ہیں اور اس کو دائمی سُنّت قرار دیتے ہیں۔ اس عمل کی تفصیلی دلیل مذکورہ بالا طرز پر پیش کریں تو واقعی وہ اہلحدیث ہوں گے ورنہ قرآن وحدیث کا نام لے کر عوام کو دھوکہ میں ڈالنے والے ہوں گے۔

تیسرا مسئلہ رفع یدین ہے

غیر مقلدین رفع یدین کا معنی حدیث سے ثابت کریں۔ بخاری شریف میں خطبہ میں رفع یدین کے ساتھ دُعا کرنا مذکور ہے۔ کیا رکوع سے پہلے اور بعد اسی طرح رفع یدین کرے جیسے دُعا میں کی جاتی ہے اس کی کیفیت کیا ہے؟ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں یا اپنے چہرے کی طرف یا پیچھے کی طرف، جو کیفیت ہو اس کو حدیث صحیح صریح مرفوع غیر معارض سے ثابت کریں اور اس کا شرعی حکم بھی تحریر کریں کہ ایسی کیفیت اختیار کرنا فرض ہے یا واجب یا سُنّت یا مستحب، اگر کوئی اس کیفیت کو چھوڑ دے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ فاسق وفاجر ہے یا نہیں؟ اس کیفیت کے چھوڑنے سے وہ مردود الشہادۃ ہوگا یا نہیں؟ اس پر کوئی حد یا تعزیر قائم کی جائے گی یا نہیں؟ اگر حد ہے تو اس کی مقدار کیا ہے؟

اسی طرح رفع یدین کہاں تک کی جائے گی؟ سینے تک یا کندھوں تک یا کانوں تک یا سر سے اوپر تک۔ (رفع یدیہ مداً) پھر اس مقام تک رفع یدین کرنے کا حکم تفصیلی اور تارک کا حکم اور منکر کا حکم، اسی طرح رفع یدین کس وقت کرنی ہے، اللہ اکبر اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ یا ان سے پہلے یا ان کے بعد یا جو وقت جی چاہے، مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق تعیین وقت کا حکم، تارک اور منکر کا حکم تفصیلی لکھیں، پھر سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنا اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہمیشہ رفع یدین کرنا اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع

یدین کرنااوردوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہ کرنا بھی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر معارض سے پیش کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس اختلافی رفع یدین کو مستحب، صادق سیالکوٹی نے سُنّت اور طالب الرحمٰن اور خالد گرجاکھی نے رکنیت کا قول بھی نقل کیا ہے، ان میں سے کون سا مسلک حدیث کے موافق ہے اور کون سا حدیث کے خلاف ہے...... اگر غیر مقلد ہونے والے ان تمام سوالات کے جوابات حدیث سے دے سکتے ہیں تو واقعۃً وہ اہلحدیث بن گئے ہوں گے اور اگر ان مسائل پر تفصیلی طور پر حدیث پیش نہیں کر سکے تو ان کو اہلحدیث کہنا ایسے ہی ہوگا جیسے جاہل کو علامہ صاحب اور مریض کو ڈاکٹر صاحب اور ابجد ناشناس کو جج صاحب کہنا۔ ہر آدمی سمجھتا ہے کہ یہ حدیث کی توہین ہے۔ نیز محدثین پر ظلم ہے کہ ان کا باعزت علمی لقب جاہل کو دے دیا جائے۔

علی زئی صاحب! اگر ان غیر مقلد بننے والوں کے پاس احادیث نہیں ہیں اور قطعاً نہیں ہیں تو آپ ان کو اہلحدیث کہہ کر حدیث کی توہین نہ کریں۔ ہاں یہ کہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید چھوڑ کر ہمارے اندھے مقلد بن گئے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھتے تھے، کسی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتے تھے اب ایسے جاہل بن گئے ہیں کہ اپنے آپ کو ائمہ مجتہدین سے بھی بڑا سمجھتے ہیں اور کسی سے مسئلہ پوچھنا تو دور کی بات ہے اس سے پہلے ان کو جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی اب بات بات پر قرآن وسُنّت کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔ اپنے اور اپنے جاہل مولوی کے فیصلہ کو خدا اور رسول کا فیصلہ کہتے ہیں۔ پہلے فقہ حنفی کے مسئلہ کو وہ امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ مانتے تھے اب جاہل غیر مقلدوں کو خدا اور رسول کا درجہ دے کر شرک فی التوحید اور شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ اوکاڑی کلچر کی تردید کرتے کرتے ایمان بھی چلا جائے تو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ خدارا دوسروں پر نہیں تو اپنے اوپر ہی رحم کرو۔

ضروری نوٹ

غیر مقلدین چونکہ عوام کو یہی دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور مقلد امام کو مانتا ہے قرآن وحدیث کو نہیں مانتا اس لئے غیر مقلد سے ہر مسئلہ پر حدیث کا مطالبہ کیا جاتا ہے تاکہ عوام پر واضح ہو جائے کہ کتنے مسائل میں یہ امتیوں کے اقوال لیتے ہیں۔ ہم فقہ کو مانتے ہیں جس کی بنیاد علی الترتیب قرآن، سُنّت، اجماع اور قیاسِ مجتہد پر ہے اور پھر فقہی اقوال کی ہمارے ہاں تین قسمیں ہیں:......(۱) ظاہر الروایۃ، (۲) نوادر، (۳) الحوادث والواقعات۔ ظاہر الروایت جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط اور زیادات میں جو امام ابوحنیفہؒ یا قاضی صاحبؒ یا امام محمدؒ سے جو مسائل منقول ہیں انہیں ائمہ کرام سے جو ان کتب کے علاوہ کتب میں اقوال منقول ہیں وہ نوادر ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے مطابق جو بعد والے فقہاء نے نئے مسائل کے جو احکام بیان کئے ان کو حوادث والواقعات یا فتاویٰ کہتے ہیں، ان میں سے جو قول بھی مفتی بہ ہوگا وہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ ہم سے اگر کسی نے سوال کرنا ہے تو ہمارے ان اصولوں کے مطابق کرے، کیونکہ صحیح سوال وہی ہوتا ہے جو مُدعی کے دعویٰ کے مطابق ہو، اس لئے ہم سے سوال پر حدیث کا مطالبہ کرنا ہی غلط ہے جیسے کوئی منکر حدیث غیر مقلد سے ہر بات پر قرآن کی آیت کا مطالبہ کرے تو یہ مطالبہ غیر مقلد کے دعویٰ قرآن حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

ساتویں بات تقلید اور روافض

تقلید اور روافض کے عنوان سے علی زئی کہتا ہے کہ اس (لاڑکانہ کے مناظرہ) کا ذکر ماسٹر امین نے تجلیات صفدر، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳ میں ذکر کیا ہے مگر جھوٹ بولنے کے مقابلے میں اپنے رافضی بھائیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ دیوبندیوں کے نزدیک تقلید واجب ہے، اسی طرح ان کے بھائیوں رافضیوں کے نزدیک بھی تقلید واجب ہے۔ اس بنیادی عقیدہ میں دونوں متفق ہیں۔ (اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ ۲۳)

الجواب:

علی زئی نے تجلیات سے کسی جھوٹ کو ذکر نہیں کیا۔ قارئین کرام تجلیات کو پڑھ کر خود فیصلہ فرما سکتے ہیں، پھر علی زئی اپنے مدِ مقابل سے تو مطالبہ کرتا ہے کہ جواب میں میری عبارت کو متن بنا کر اگر جواب دو گے تو جواب ہو گا ورنہ نہیں مگر یہاں مولانا اوکاڑوی مرحوم پر بہتان لگایا اور کوئی جھوٹ ثابت نہیں کر سکا۔ اب علی زئی کی اس بات کو پڑھ کر بلا دلیل ماننے والے علی زئی کے مقلد ہوں گے اور ابھی انہوں نے تقلید کو رفض کہا ہے اس طرح وہ سارے رافضی بن جائیں گے۔

رافضی اور حنفی میں زمین و آسمان کا فرق ہے

وہ اپنے اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں جیسا کہ غیر مقلد کہتا ہے کہ ہم امام اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں جو معصوم ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ ثلاثہؒ معصوم نہیں۔ ہم (احناف) ائمہ مجتہدین کو معصوم نہیں کہتے اور نہ ہی مطعون کہتے ہیں بلکہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق اجتہاد درست ہونے کی صورت میں ان کے لئے دو اَجر اور خطاء کی صورت میں ایک اَجر مانتے ہیں۔ ہمارے ہاں ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا اجماع والی دلیل شرعی سے ثابت ہے اور انکا مذہب مدون ہونا اور پھر فقہ حنفی کا ہم تک تواتر سے پہنچنا یہ نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہے۔

علی زئی صاحب شیعہ مصنفین کلینی، طبرسی، ملا باقر وغیرہ اہل تشیع کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت کر دیں اور فقہ جعفریہ کا امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے اتصال ثابت کر دیں تو وہ سچے ہوں گے ورنہ علی زئی کی اس بات کو بلا دلیل ماننے والے اہل حدیث نہیں بلکہ بقول علی زئی وہ بھی رافضی ہوں گے۔ ویسے اگر اہلحدیث کہلانے والوں میں کوئی ذرہ برابر انصاف ہے تو علی زئی سے کم از کم میرے یاد کرانے پر ہی سوال کر لیں گے کہ سعودیہ والے حنبلی بھی امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔ کیا وہ بھی تقلید کی وجہ سے رافضی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کھل کر اعلان کریں اور اگر نہیں تو وجہ فرق بیان کریں۔

رافضی اور غیر مقلد کا باہمی ربط

رافضی اور غیر مقلد کا باہمی ربط بہت قوی ہے جو علی زئی ہزار ہا کوشش کے باوجود چھپا نہیں سکتے۔ مثلاً:

۱:...... خلفائے راشدینؓ کی وہی سُنّت اختیار اختیار کی جا سکتی ہے جو سُنّت نبوی کے خلاف نہ ہو۔ (اہل حدیث، ذوالحجہ ۱۴۲۶، لاہور، صفحہ ۵)

۲:...... نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں جو روایت صحابی پر مؤقوف ہو حجت نہیں۔ (الروضۃ الندیہ، صفحہ ۷۷، جلد ۱) قولِ صحابی حجت نہیں۔ (الروضۃ الندیہ، صفحہ ۲۵۴، جلد ۱، ایضاً صفحہ ۲۹، جلد ۲)

۳:...... نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ:...... "ہر چند قرآن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ مغیرہؓ بدکاری کے مرتکب ہوئے مگر چونکہ شرع کا

حکم یہ ہے کہ جب تک چاروں گواہ دخول کو اس طرح نہ دیکھیں جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے اس وقت تک زنا کی حد نہیں لگ سکتی۔" پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں مغیرہ نے اس سے بڑھ کر سخت ظلم اور بیدادیاں کی ہیں اور معاویہ کی حکومت میں صدہا آدمیوں کو ستایا اور ایذائیں دی ہیں۔" (لغات الحدیث، مادہ ج صفحہ ۵۷) نیز لکھتے ہیں:......" ابوسفیان اور معاویہ اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے علاوہ باقی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے۔(کنز الحقائق ،صفحہ ۲۳۴)

۴:...... نواب نور الحسن نے عرف الجادی میں لکھا ہے قول صحابی حجت نہیں۔(صفحہ ۳۸، ۱۰۱) نیز فرماتے ہیں، ابن عباسؓ کے قول میں کسی بندہ پر حجت نہیں، اللہ ابن عباسؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے حج کے کسی بھی فعل کے چھوڑنے پر قربانی واجب کر کے دین کے راستہ کو تنگ کر دیا ہے۔(عرف الجادی ،صفحہ ۱۰۰) نیز نواب نور الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ(وارجکم) میں نصب وجر کی قراءۃ پاؤں کے دھونے اور اس کے مسح ہر دو کا فائدہ دیتی ہے اور ہر ایک کے قائلین نے اس بارہ میں بہت بے راہ روی کی ہے حالانکہ قرآنِ پاک کا مفہوم پاؤں کا اکیلے دھونا اور اکیلے مسح کرنا دونوں ہیں۔(عرف الجادی ء،صفحہ ۱۲) اسی طرح فرماتے ہیں کہ اذان میں **حی علی خیر العمل** کا مسئلہ اتنا سخت نہیں کیونکہ مسئلہ اجتہادی ظنی ہے منکر و مثبت میں سے کسی پر انکار نہیں۔(عرف الجادی ،صفحہ ۲۴) نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں ہمارے بعض (غیر مقلدین) نے نکاح متعہ کے بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ پس اس کو جائز قرار دیا ہے اس لئے کہ یہ شریعت میں جائز ثابت تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:...... **فما استمتعم به منهن فاتو هن اجو رهن** اور ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کی قراءۃ میں **فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی** کے الفاظ صراحۃ متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس کی اباحت قطعی ہے کیونکہ اس پر اجماع منعقد ہے اور حرمت ظنی ہے اور ظنی سے یقینی حکم ختم نہیں ہوتا۔

پھر جمہور کا جواب لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ جواب درست نہیں اس لئے کہ جمہور جن روایتوں سے حرمت متعہ کا استدلال کرتے ہیں وہ دونوں مکی ہیں حالانکہ متعہ ان دو آیتوں کے بعد بھی بالاتفاق حلال رہا ہے تو معلوم ہوا کہ مذکورہ آیتیں متعہ کی حرمت پر دلالت نہیں کرتیں اور اگر ہم فرض کر لیں تو متعہ کے حلال کرنے والی احادیث امر زائد کی مثبت ہیں اور کتاب اللہ پر خبر مشہور سے زیادتی جائز ہے۔

خلاصہ یہ کہ:

متعہ کی حرمت اشکال سے خالی نہیں اور اس کے حلال ہونے کا شبہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔(نزل الابرار ،صفحہ ۳۴، جلد ۳)

۵:...... محمد جونا گڑھی لکھتا ہے کہ کون ہے جو نہیں مانتا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ جو روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کریں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچائیں اس میں وہ یقیناً اور قطعاً سچے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو۔ اس کے بعد سرخی لگائی ہے کہ " حضرت عمر فاروقؓ کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا " اور صلح حدیبیہ کا قصہ ذکر کر کے لکھا ہے درایتِ عمر صحیح نہ تھی اس کے بعد سرخی قائم کی ہے صحابہ کی درایت معتبر نہیں اور ان کی بعض اجتہادی خطاؤں کا ذکر کیا ہے۔(شمع محمدی ،صفحہ ۱۱)

الجواب:

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بعض جزوی نبوی فیصلے ذکر کر کے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درایت حجت نہیں۔ قارئین کرام! انہی وجوہ کی بنا پر حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی متوفی ۱۳۱۴ھ نے ۱۲۹۸ء میں ان کے خلاف ایک رسالہ کشف الحجاب لکھا جس میں فرماتے ہیں جو مکائد رافضی بنانے کے تحفہ اثناء عشری میں مرقوم ہیں، اکثر کو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔

ناظرین تحفہ پر ظاہر ہے جیسا کہ کلیات روافض سے ہے توہین تقلید مذاہب اربعہ، وانکار تراویح وحکم ارتداد عائشہؓ و تجہیل صحابہ کرامؓ وفتویٰ دینا ایرانیوں کا واسطے جہاد کے اہل توران پر، وخطبہ، جمعہ وعیدین میں سے صحابہ کرامؓ کا نکال دینا اور اپنے تئیں مانند روافض کے محرمی کہنا اور دین محمدی کو مذہب محمدی قرار دینا اور معانی متشابہات قرآنی کو عوام کی تکرار میں ڈالنا اور ان کو اس ذریعے سے بہکانا اور جب غلبہ اہلِ سُنّت کا دیکھیں تو فوراً تقیہ کر کے اہلِ سُنّت و جماعت بلکہ حنفی بن جانا اور جھوٹی قسم اپنے اہلِ سُنّت ہونے پر کھانا پھر جب وقت آنے نکل جانا پھر اپنا چال تزدیر کا عمل بالحدیث کے پردے میں پھیلانا۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۲۸)

پھر فرماتے ہیں یہ لوگ متقی رافضی بغرض اغوائے اہلِ سُنّت کے اہلِ سُنّت بنے ہوئے ہیں۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۲۹) نیز حضرت قاری صاحبؒ رافضیوں کے مکائد میں شرکت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ (شیعوں) کی طرح سید نذیر حسین صاحب اور حفیظ اللہ خان صاحب کبھی کبھی مسئلہ پوچھنے کو یا کوئی لفظ جلالین کا پوچھنے کو جاتے تھے خدمت میں جناب مولانا اسحٰق صاحب قدس سرہٗ کی اور بوقت ہجرت میاں صاحب (شاہ اسحٰق صاحب) کے ایک ایک حدیث پانچ چھ کتابوں کی میاں صاحب کو سنا کر ایک پرچہ بطور سند کے لے لیا اور حفیظ اللہ خان صاحب کو تو یہ بھی نصیب نہیں ہوا پھر قطب صاحب میں سید نذیر صاحب نے اپنے خسر کے پردے میں خلافت وجانشینی کی درخواست کی جواب سخت سن کے نا اُمید ہوئے اور بحضور حضرت میاں صاحب کے اپنے تئیں حنفی مذہب جتاتے رہے اور ابوحنیفہ کی طرف سے جواب دینے میں گرمی سے کف منہ میں آتا تھا پھر بعد ہجرت جناب میاں صاحب کے جو دہلی خالی پائی آپ محدث بن بیٹھے اور امام لامذہبوں کے ہو کر احادیث موضوعہ مؤولہ اور منسوخہ کو رواج دے کر ایسی سڑک رافضی بنانے کی نکال دی کہ روح عبداللہ بن سباء کی بھی ان پر آفرین کہتی ہے اور غلطاً اپنے تئیں میاں صاحب کا شاگرد کہہ کر خلق کو بہکاتے ہیں۔ میاں صاحب تو ان لوگوں کو ضال اور مضل کہتے تھے ان کی امامت جائز نہیں کہتے تھے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۱، ۳۲)

نیز فرماتے ہیں (شیعوں کی طرح) یہ لوگ چند تقریریں ملمع کی یاد کر کے مانند لشکر جنات کے شہروں اور قریات میں پھرتے ہیں بہکاتے ہوئے، اور ہر جگہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شہر میں ہم گئے کسی نے ہمارا مقابلہ نہ کیا اور اگر کسی مسلمان سے مقابلہ ہوا تو ذلت اور خواری اٹھا کر وہاں سے بھاگے اور مشہور کیا کہ ہم وہاں کے سب علماء کو الزام دے آئے باوجود یکہ اہل علم ایک بھی نہ تھا (کشف الحجاب، صفحہ ۳۲، ۳۳)

نیز حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں، یہ بھی ان کا قاعدہ ہے کہ جو شخص ائمہ پر تبرا اور صحابہ کی کم علمی کا دعوی کرنے لگے اس کو خطاب مولوی کا دیتے ہیں اور مسائل پر اس کی مہر ہونے لگتی ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳) نیز حضرت قاری صاحبؒ فرماتے ہیں، (روافض کی طرح) یہ لوگ دباؤ کے وقت شافعی بن جاتے ہیں اور احادیث ضعیفہ منسوخہ مؤولہ سے استدلال پکڑتے ہیں تا (تاکہ) بطلان چاروں مذہبوں کا ہو جائے اور عوام سڑک رفض کو پکڑ لیں۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳) نیز فرماتے ہیں کہ رافضی طعن کرتے ہیں اہلِ سُنّت پر کہ یہ اپنے دین میں اقتداء غیر معصوم کی کرتے ہیں اور غیر معصوم جو اپنی ہدایت پانے پر یقین نہیں رکھتا تو غیر کو کیا ہدایت کرے گا (الخ) عوام کے بہکانے میں لامذہبوں کی لفظ

بلفظہ یہی تقریر ہے اب ان کے رافضی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۴)

نیز فرماتے ہیں کہ اسی طرح (شیعوں کی طرح) یہ لامذہب سب علماے دیندار کو لامذہب بتاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ جناب مولانا اسحٰق صاحب وعظ میں لامذہبوں کو ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والے) فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر نکل کر کہتے تھے کہ میاں صاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہے والا (ورنہ) مذہب میاں صاحب کا وہی ہے جو ہم کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جعل کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں۔ چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعضے مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علی ہذا القیاس (اسی طریقہ پر) چھپواتے ہیں تا (کہ) عوام فریب کھاویں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لامذہب تھے۔ (کشف، صفحہ ۳۴)

اسی طرح شیعوں کے تقیۂ اپنے مذہب کے انکار بلکہ تردید اور محدثین اہلِ سُنّت کی خدمت میں تقیے کے طور پر حاضر ہو کر عوام کو دھوکا دینے کا تذکرہ کر کے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ:......"دیکھو یہ سب باتیں اس کید (فریب) کی سید نذیر حسین صاحب وحفیظ اللہ خان صاحب و مولوی عبدالحق صاحب بنارسی پر برابر صادق ہیں، پہلے خدمت مولانا اسحٰق صاحب کی میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے اور اپنے تئیں پکا اہل سُنّت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابوحنیفہ پر طعن کرتا قرآن وحدیث سے جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصے کے مارے منہ میں کف آ جاتا تاکہ آدمی ہم کو اہلِ سُنّت حنفی مذہب متقی شاگرد میاں (اسحٰق) صاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد آدمیوں کے ذہن میں جما دیا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے علم سے بتدریج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا پر تقیہ نہ چھوڑا اور آہستہ آہستہ عوام کو رفض کی سڑک پر ڈال دیا اور قرآن وحدیث سے عوام کا دِل پھیر دیا، عمل بالحدیث کے پردے میں صدہا آیات اور احادیث کو رد کر دیا۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۵)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ شیعہ بعض روایات موافق اپنے مذہب کے ایسی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف کو آدمی اہل سُنّت خیال کرتے ہوں باوجودیکہ وہ اہل سُنّت نہیں ہے۔ ایسا ہی اس فرقے کے مغوی (اغوا کرنے والے) لوگ اپنی تحریرات مضلّہ (گمرہ کن تحریرات) میں اقوال محلی بن حزم کے اور اقوال شوکانی قاضی زیدیہ یمن کے اور اقوال دراسات اللبیب وغیرہم کے نقل کرتے ہیں اور پہلے ان خلاف مذہبوں کی بہت تعریف کر کے عوام کے ذہن میں ان کا اعتقاد جما دیتے ہیں اور ایسا ہی قول ائمہ اہلِ سُنّت کا کہ جب حدیث ملے تو ہمارے قول کو نہ مانو، تو اس کلمہ حق کو اپنے مذہب باطل پر جماتے ہیں باوجودیکہ یہ قول ائمہ کا اپنے شاگردان مجتہدین کو تھا نہ کنجڑے بھٹیارے اوباش دہلی کو کیونکر یہ کہیں، حالانکہ جو قول ان کا صریح قرآن وحدیث میں نہ ہو اور اس کے مضمون کا حکم بھی صریح نہ ہو تو وہ قول ماخوذ قرآن سے یا حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہوگا۔ ایسے قول کو کس طرح کہیں گے عوام کو کہ تم رد کر دو صحابہ تابعین وتبع تابعین کی تقلید کو۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۵)

نیز فرماتے ہیں اسی طرح ایک کتاب ظفر المبین میں صحابہ کی ناواقفی احادیثِ نبوی سے اور مخالفتِ ابوحنیفہ کی نصوص سے زور وشور سے لکھی ہے اور مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی بالکل طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ (یعنی صحابہ کرام کو جاہل کہنے) کی طرف مصروف ہے۔ (کشف الحجاب، صفحہ ۳۳)

نیز فرماتے ہیں مولوی نذیر حسین صاحب کے شیعہ ہونے میں شبہ نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۳) نیز فرماتے ہیں مولوی عبدالحق بنارسی کا فتویٰ جوازِ متعہ کا میرے پاس موجود ہے۔ مولوی عبدالحق نے برملا کہا کہ عائشہؓ علی سے لڑی اگر توبہ نہ کی ہوگی تو مرتد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا، ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان سب حدیثیں یاد ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۴۶)

قارئین کرام! یہ صرف شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد قاری عبدالرحمٰن صاحب کی رائے نہیں بلکہ مولوی عبدالاحد خانپوری غیر مقلد کا بیان بھی ملاحظہ فرمالیں، فرماتے ہیں:...... "اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقتِ ماجاء به الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کی تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ (کتاب التوحید والسنۃ، صفحہ ۲۶۳)

اب قارئین کرام انصاف کریں کہ حنفیت کا رافضیوں سے جوڑ ہے یا غیر مقلدین کا۔ اس وقت علاقے کے عرف میں "مُقَلِّد" ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرنے والے کو کہتے ہیں اور ائمہ اربعہ کی تقلید نہ کرنے والوں کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ اب علی زئی صاحب دو لفظوں میں جواب دیں کہ رافضی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں اگر کرتے ہیں تو دلیل دیں اور اگر نہیں کرتے تو پھر غیر مقلد ہیں کیونکہ جس طرح دو نقیضیں جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح بیک وقت اُٹھ بھی نہیں سکتیں۔

آٹھویں بات

اس میں داڑھی منڈا دیوبندی مولوی کے عنوان کے تحت داڑھی رکھنے کا فتویٰ سنانے کو کہا ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ داڑھی منڈانا گناہِ کبیرہ ہے، اگر دیوبندی منڈوائے یا کٹائے تو بھی ناجائز ہے اور اگر صدیق حسن خان یا احسان الٰہی ظہیر مشت سے کم کٹائے تو بھی ناجائز ہے۔ باقی نور العینین کا جواب حضرت اوکاڑوی دے چکے ہیں۔ (تجلیات صفدر، مکتبہ امدادیہ، جلد۲ میں ملاحظہ فرمالیں)

اس وقت بندہ کے پیش نظر نور العینین کا تیسرا ایڈیشن ہے جس پر تاریخ طبع مارچ ۲۰۰۴ء ہے۔ اس نور العینین کے آخر میں حدیث اور اہل حدیث کے جواب کا خلاصہ بھی ہے اور کتاب کے اندر طبعہ اولی کی تاریخ زبیر علی زئی کے دستخطوں کے ساتھ ۲۰۰۳/۸/۱ ہے۔ مولانا اوکاڑوی نے ۱۴۱۴ھ میں زبیر علی زئی کے نام کھلا خط اس کے جواب میں لکھوا دیا تھا۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ تقریباً بارہ سال پہلے جس کتاب پر اعتراض کر دیئے گئے اس کی طبع اولیٰ کی ۲۰۰۳ء تاریخ ظاہر کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے اور عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس مطبوعہ نسخہ پر عبداللہ دامانوی کا مقدمہ یکم محرم ۱۴۱۱ھ کا لکھا ہے، یعنی آج سے تقریباً ۱۶ سال پہلے کا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ۲۰۰۳ء سے پہلے یہ کتاب طبع ہوئی۔ اس طبع کو اس لئے چھپایا جا رہا ہے کہ اس پر اعتراض واقع ہوئے تھے۔ مولانا اوکاڑویؒ نے یہ گرفت کروائی تھی کہ علی زئی نے حدیث کی تصحیح وتضعیف کو الہامی لکھا ہے اور الہام کوئی دلیل شرعی نہیں۔ اس ایڈیشن سے یہ بات نکال دی گئی ہے۔ اس ایڈیشن میں بھی حسب سابق دلائل تین لکھے ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع۔ (صفحہ ۱۶۲۔۱۶۵)

زبیر صاحب اس مسئلہ میں قرآن پیش نہیں کر سکے احادیث متعارضہ ذکر کی ہیں ان میں رفع تعارض ان تین دلیلوں میں سے کسی سے نہیں کیا۔ کل ابتداء میں نو (۹) روایات ذکر کی ہیں، ان میں پورا مسئلہ نہیں، دوام اور سُنّت اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں دائمی نفی کہ حضور علیہ السلام نے یہاں کبھی رفع یدین نہیں کی اس کو چھیڑا نہیں، سجدوں کی رفع یدین کی روایات پر ان تین دلیلوں سے جرح نہیں کی۔ البتہ ہر روایت کے بعد اسناد من پسند اکٹھی کی ہیں، ان میں بھی جو مخالف اسناد تھیں ان کو چھوڑ دیا ہے اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اسناد اکٹھی کرے اور عوام پر اسناد کا رعب ڈالے تو اس کو کوئی غیر مقلد بھی عملاً قبول نہیں کرے گا، جوتے سمیت نماز پڑھنا اس کی اسناد علی زئی کی اسنادی نقشوں سے زائد بن

جائیں گی لیکن متواتر عمل کے خلاف اس کو شرارت کہا جائے گا نہ کہ تحقیق، اسی طرح ترکِ رفع یدین متواتر عمل ہے اس کے خلاف یہ محنت ایسے ہی ہے جیسے متواتر قرآن کے خلاف شاذ قراءتوں کی سندوں کے نقشے آج پیش کرنے شروع کر دیے جائیں تو یقیناً عوام متواتر قرآن کو نہیں چھوڑیں گے، اسی طرح متواتر نماز کے خلاف یہ ایک خطرناک سازش ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین!

تکملہ نمبر ۹

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشین گوئی تھی کہ آخر زمانہ میں بہت دجّال اور کذّاب پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسے مضامین کی احادیث لے کر آئیں گے جن کو نہ تم نے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنا ہوگا۔ خود کو تم ان کے پاس جانے سے بچانا اور ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔ (مسلم، صفحہ ۱۰)

نور العینین اسی پیشین گوئی کا مصداق ہے کہ اس میں متروک عمل والی روایات کو ذکر کیا گیا ہے اور ترک رفع یدین جو متواتر ہے اس کی روایات پر جرح کی گئی ہے جیسا کہ علی زئی کہتا ہے کہ: "اس (رفع یدین) کے خلاف کسی ایک بھی صحیح یا حسن حدیث میں ترک رفع یدین باصراحت نہیں، لہٰذا مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نماز میں رفع یدین کریں۔" (نور العینین، صفحہ ۱۴۴)

☆ اپنی ہر دلیل میں دجل تو ثابت ہے کہ پورا دعویٰ نہیں، اسی طرح ہر غیر مقلد دجل کرتا ہے اور واضح طور پر رفع یدین کا حکم نہیں لکھتا، کوئی اس کو مستحب، کوئی سُنّت، کوئی فرض کہتا ہے۔ خود علی زئی جو ۱۹۷۲ء کے بعد غیر مقلد بنا ہے ابھی تک متردد ہے، کہیں اس کو مبارک سُنّت کہتا ہے۔ (نور العینین، صفحہ ۳۰) اور کہیں اس کو ضروری اور لازم کہتا ہے۔ (صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵) اس رسالہ کی تقریظ میں ارشاد الحق اثری شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف منسوب کتاب تنویر العینین کے حوالہ سے اس کو قربت اور عبادت نقل کرتا ہے مگر اس کتاب میں **لا یلام تارکه وان ترک مدة عمره** کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ اگر کوئی ساری عمر رفع یدین نہ کرے تو اس پر ملامت نہ کی جائے، پھر رفع یدین کے مسئلہ میں روایات دو قسم کی ہیں۔ بعض کرنے کی، بعض نہ کرنے کی۔ ان میں رفع یدین کرنے نہ کرنے کا فیصلہ حدیث سے ثابت نہیں یہ اجتہادی مسئلہ تھا مجتہدین کا اختلاف ہوا۔ دو بڑے مجتہد امام اعظم ابوحنیفہؒ متوفی ۱۵۰ھ اور امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ نے رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو ترجیح دی اور امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ نے اپنے اجتہاد سے رفع یدین والی روایات کو ترجیح دی۔

تیرہویں صدی ہجری کے اخیر تک اس مسئلہ کو اجتہادی کہا جاتا تھا۔ حنفی اور مالکی ترک رفع یدین والی روایات پر عمل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے اماموں کا اجتہاد ہے اور شوافع اور حنابلہ پر اعتراض نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بھی اپنے اپنے اماموں کے فیصلے کے پابند تھے۔ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اجتہاد کرنا حدیث معاذؓ کے مطابق تھا کہ اگر کتاب وسُنّت میں فیصلہ نہ ملے تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سراپا رضا بن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس اجتہاد میں صواب کی صورت میں دو اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ضرور ملے گا۔ (بخاری) لہٰذا انگریز کے دور تک اس میں کوئی حق و باطل کا اختلاف نہ تھا، صرف ایک یا دو اجر کا جھگڑا تھا، ہر مسلک والا یہ سمجھتا تھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ ہمیں دو اجر اور دوسرے فریق کو ایک اجر ملے گا اور یہ وہم بھی ہے کہ ہمیں ایک اجر اور دوسرے فریق کو دو اجر مل جائیں۔

انگریز کے دور میں غیر مقلدین کا فتنہ پیدا ہوا، انہوں نے اجتہادی کی بجائے اپنی عنادی قوت سے رفع یدین کو ترک رفع یدین پر ترجیح دی اور نا اہل ہونے کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: **فاصاب فقد اخطاء** اور **فالیتبوأ مقعده من النار** (ترمذی، صفحہ ۴۱۹، جلد ۲) یعنی نا اہل اگر اپنی رائے سے (مسئلہ بیان کرے یا) قرآن کی تفسیر بیان کرے اگر وہ رائے درست بھی ہو تو وہ خطا کار ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے، کا مصداق تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس فیصلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دیا۔ تو گویا غیر مقلد علی زئی اگر اس کو سُنّت رسول ایسی سمجھتا ہے کہ یہ روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی وجہ سے راجح ہیں اور ترک رفع یدین والی مرجوح ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دکھائے ورنہ یہ فیصلہ کر کے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دینا گویا اپنے آپ کو رسول بنانا ہے۔

ہمارا ان سے یہی اختلاف ہے کہ ہر غیر مقلد اپنے آپ کو رسول منوانا چاہتا ہے۔ ہم ان کو رسول ماننے کے لئے تیار نہیں۔ نیز بخاری شریف کی روایت کہ: "حکم بیان کرنے والا صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو بھی ایک اجر ملتا ہے۔" (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) کے مطابق حنفی اور شافعی کو ایک اجر تو ضرور ملے گا دوسرے اجر میں اختلاف ہے کہ حنفی کو ملے گا یا شافعی کو مگر ترمذی شریف کی روایت کہ: "نا اہل کی درست رائے بھی غلط اور جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہے۔" کے مطابق غیر مقلدین کو اپنی فکر کرنی چاہئے کہ رفع یدین کے بارہ میں ان کا فیصلہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ علی زئی نے نور العینین میں جس طرح قرآن و سُنّت سے رفع یدین کی روایات کو ترک رفعِ یدین والی روایات پر ترجیح نہیں دی اسی طرح اجماعِ امت کی وجہ سے بھی ترجیح نہیں دی بلکہ علی زئی نے نور العینین میں ان تینوں دلیلوں کی مخالفت کی ہے قرآن پاک میں متعدد جگہ معروف کا حکم اور منکر سے نہی کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ معروف میں نافرمانی نہ کرو۔ (بخاری کتاب الایمان) اور حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ لوگوں کو وہ مسائل بیان کرو جو معروف ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کر دی جائے۔ (بخاری باب من خص بالعلم قوما الخ)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر معروف اور منکر روایات کی وجہ سے لوگ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تک پہنچ جاتے ہیں۔ مسلم شریف، صفحہ ۱۰ والی مذکورہ روایت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول ارشاد فرمادیا کہ منکر احادیث کی وجہ سے گمراہی اور فتنہ پھیلتا ہے اور معروف احادیث سے گمراہی کا دروازہ بند ہوگا اور ہدایت پھیلے گی۔ ہمیشہ تمام بزرگوں نے بھی اس بات کا لحاظ رکھا کہ معروف عمل کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ یہ بات لکھنے کے بعد کہ:

"رفع یدین کی روایات کے اکثر اور اثبت ہونے کی وجہ سے رفع یدین کرنے والا مجھ کو بہ نسبت رفع یدین نہ کرنے والے کے زیادہ محبوب ہے۔" فرماتے ہیں مگر کسی انسان کے لئے اس جیسی صورتوں میں اپنے شہر کے عوام کا اپنے خلاف فتنہ کھڑا کرنا مناسب نہیں۔ (حجۃ اللہ، صفحہ ۱۰) یعنی عملِ معروف کے خلاف اپنا پسندیدہ اجتہاد بھی چھوڑ دینا چاہئے، لیکن غیر مقلدین نے اس قرآن و حدیث اور اجماع کے اصول کے خلاف ۱۸۶۰ء میں امرتسر شہر میں رفع یدین کی جو معروف متواتر عمل کے خلاف تھا اور ان علاقوں میں منکر عمل رفع یدین کی احادیث جو کسی نے سنی نہیں تھیں ان کو ذکر کر کے فتنہ کھڑا کر دیا۔ اسی فتنہ کو نور العینین کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

علی زئی ایک آیت یا ایک حدیث پیش کرے کہ ترک رفع یدین کی روایات کو ذکر نہ کرنا اور رفع یدین کی روایات کو ذکر کرنا پھر روایات کی تصحیح و تضعیف کے محدثین سے چند اصول چوری کئے جو نہ قرآن و سُنّت سے واضح طور پر ثابت ہیں نہ اجماع سے قرآنِ پاک نے تو **لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم** میں اور **ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه**

منھم میں فقہاء اور اہل استنباط مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری وقت میں صحابہ کرامؓ میں سے زیادہ فقیہ کو مصلی سپرد کیا۔صحابہ کرامؓ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔تاریخ بغداد میں ہے کہ فقہاء کی مثال اطباء کی ہے اور محدثین کی مثال پنساریوں کی ہے اور مسائل میں تمام محدثین نے بھی فقہاء کی اتباع کی ہے اس لئے محدثین میں طبقاتِ حنفیہ،طبقاتِ شافعیہ،طبقاتِ مالکیہ اور طبقات حنبلیہ جیسی کتابیں ملتی ہیں۔طبقاتِ غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں۔

معلوم ہوا کہ فقہاء کی طرف رجوع کرنا قرآن وسُنّت اور اجماع کا تقاضا ہے۔علی زئی نے فقہاء کے اصول معروفہ کو چھوڑ کر محدثین کے اصول کو نور العینین میں ذکر کیا ہے اور کچھ اقوال شوافع یا حنابلہ کے ذکر کئے ہیں جو اجتہادی طور پر بعض احادیث کی تضعیف اور بعض کی تصحیح کرتے ہیں۔احناف اور مالکیہ کے مفتی بہ اقوال کو نظر انداز کر دیا یہ بھی علی زئی کی نفسانی خواہش ہے۔ایک آیت یا حدیث ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ یا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ حنفی اور مالکی فقہاء،محدثین اور اولیاء کرام کا ذکر تو نور العینین میں نہ کرنا اور شافعی اور حنبلی علماء کے اقوال کو خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کے نام سے شائع کرنا۔اس علاقہ کے متواتر اصول یہی چلے آرہے تھے کہ حدیث جو ہم تک پہنچی ہے یا تو اتصال کامل سے پہنچی ہوگی کہ ہر زمانے میں اس کے ناقل اتنے لوگ ہوں گے کہ ان کی کثرت اور عدالت اور مقامات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہوگا،اس کو متواتر کہتے ہیں یا ایسا اتصال ہوگا جس میں صورۃ شبہ ہو،اس طرح کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تو وہ خبر واحد کے درجہ میں ہو،تابعین اور ان کے بعد والے زمانے میں اس کے نقل کرنے والے اتنے ہو گئے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اس کو مشہور کہتے ہیں اور اگر حدیث خیر القرون میں یعنی صحابہ کرامؓ،تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی ہو تو اس کو خبر واحد کہتے ہیں۔پھر خبر واحد کے راویوں پر بحث کی جاتی ہے نہ کہ متواترات کی اسناد راویوں کی بحث کے لئے تلاش کی جاتی ہیں۔علی زئی نے متواترات پر نشتر چلانے شروع کر دیئے ہیں،پھر خبر واحد کے قبول کرنے کے لئے یہ بھی شرط تھی کہ وہ قرآن پاک یا سُنّت معروفہ کے خلاف نہ ہو اور کسی حادثۂ مشہورہ کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو،اگر حادثۂ مشہورہ سے اس کا تعلق ہو،مثلاً نماز میں عام پیش آنے والا مسئلہ تو اس میں خبر واحد حجت نہیں اور راوی اگر خود اپنی روایت پر عمل نہ کرے تو بھی وہ روایت قابل اعتبار نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ روایت کسی پر مخفی رہنے والی نہ ہو۔نیز اس خبر واحد کا دوسری خبر واحد سے تعارض بھی نہ ہو،ان اصولوں پر رفع یدین والی حدیث کو پرکھا جائے تو وہ قابل عمل نہیں رہتی۔اسی وجہ سے اس علاقے کے بڑے بڑے اولیاء اللہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔اب علی زئی ان مذکورہ اصولوں کی تردید قرآن وسُنّت سے کر دے یا رفع یدین کو ان اصولوں کے مطابق کر دے تو اس کی محنت کچھ کام آئے گی ورنہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنا ہی سمجھا جائے گا۔

نمبر۹:

علی زئی نے علی محمد حقانی کے عنوان کے تحت ان کی نماز نبوی میں تضاد ذکر کیا ہے کہ مسح علی الجوربین میں یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہے، مختلط اور شیعہ بھی لیکن جب مسئلہ رفع یدین آیا تو حقانی صاحب کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ بھی ہے اور سچا بھی اور امام مسلمؒ نے اس سے روایت لی ہے،یعنی ایک راوی اپنی مرضی کی حدیث میں ہے تو ثقہ ہے اور اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہے تو وہی ضعیف اور شیعہ وغیرہ ہے۔(ملخص اوکاڑوی کا تعاقب، صفحہ۲۴،۲۵)

الجواب:

یہ جاننا ضروری ہے ایک حدیث یا اس کے راویوں کی تصحیح وتضعیف اجتہادی چیز ہے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ا پر، پھر توثیق وتضعیف نسبت کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے، مثلاً فضائل میں ایک شخص کی روایت معتبر ہے اور مسائل میں معتبر نہیں۔ محمد بن اسحٰق مغازی کے امام ہیں مگر احکام میں جس روایت کو وہ اکیلے ذکر کریں اس میں نکارت ہوتی ہے۔ (میزان، صفحہ ۴۷۵، جلد ۳)

اسی طرح یزید بن ابی زیاد سے بخاری نے تعلیقا روایت لی ہے اور مسلم اور صحاحِ اربعہ کا بھی راوی ہے۔ زیلعی نے ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ ان کی نسبت صدق کی طرف ہے۔ اسی طرح یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہے۔ جرابوں پر مسح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقت جائز ہے جب ان پر پورا چمڑا چڑھا ہوا ہو اور امام احمدؒ کے نزدیک سادہ موٹی جرابوں پر بھی مسح جائز ہے۔ بہرحال سادہ باریک جرابوں پر (جو اتنی موٹی نہ ہوں کہ موٹاپے کی وجہ سے پاؤں پر نہ ٹھہر سکیں) مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ اس متروک عمل کے بارہ میں یزید کی روایت حجت نہیں سمجھی جائے گی اور ترکِ رفع یدین جو اس علاقے کا معروف عمل ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ نیز قرآن پاک کے حکمِ خشوع کے بھی موافق ہے اس میں اس کی روایت قبول کر لی جائے گی۔

عام جرابوں پر مسح کا انکار تو ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ میاں نذیر حسین صاحب سے فتاویٰ نذیریہ میں نیز فتاویٰ ثنائیہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی شمس الحق عظیم آبادی کی عون المعبود اور بہت سے غیر مقلدوں سے ثابت ہے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی فرماتے ہیں جرابوں پر مسح کرنا حدیثِ صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہ کی حدیث جو ترمذی میں ہے ضعیف ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۹، جلد ا)

اسی طرح حسین بن محسن انصاری نے جرابوں پر مسح کی روایات پر جرح نقل کی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ جرابوں اور چپلیوں پر مسح کی روایات شاذ ہیں جیسا کہ حافظ نے فرمایا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۱۶، جلد ا) تو مولوی علی محمد صاحب نے منکر عمل میں یزید کی روایت کو چھوڑ دیا اور معروف عمل (ترک رفع یدین) میں اس کو لے لیا اور جناب علی زئی صاحب نے اس علاقے کے معروف عمل میں یزید کو شیعہ لکھا۔ (نور العینین، صفحہ ۱۲۹، صفحہ ۱۳۰، صفحہ ۱۳۳، صفحہ ۱۳۶)

نیز اس کو ضعیف کثیر الخطا لکھا اور تیس آدمیوں کی جرح اور پانچ کی توثیق نقل کی مگر ۲۰۰۴ء میں صلوٰۃ الرسول علی زئی کی تحقیق وتخریج سے چھپی اس میں لکھا کہ اس کی سند یزید بن ابی زیادہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اسکے متعدد شواہد ہیں۔ (تسہیل الوصول، صفحہ ۸۱) یہ مسئلہ مسح علی الجوربین کا تھا جو منکر اور اجماع کے خلاف تھا۔ اس میں تو شواہد کا سہارا دے رہا ہے اور شواہد بھی وہ جن کی مبارکپوری اور میاں نذیر حسین وغیرہ غیر مقلد بھی تردید کر چکے ہیں اور ترک رفع یدین میں صرف شواہد نہیں یزید بن ابی زیادہ کے متابع بھی عیسیٰ اور حکم ابوداؤد المدونۃ الکبریٰ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابی یعلی میں موجود ہیں۔

قارئین کرام! مسلم شریف کی روایت کو ذرا پھر غور سے دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخر زمانہ میں بہت سے کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس بعض وہ احادیث لائیں گے جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے سنی تک نہ ہوں گی، ان کے پاس نہ جانا اور نہ ان کو اپنے پاس آنے دینا، وہ تمہیں گمراہ کر دیں، تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں۔ اس کا مصداق علی زئی اور اس کے ساتھی ہیں کہ جرابوں پر مسح والے منکر مسئلہ میں تو یزید بن ابی زیاد کے شواہد تلاش کرتے ہیں اور اس علاقے کے منکر مسئلہ رفع یدین میں اس کے توابع اور شواہد کا انکار کر رہے ہیں اور

علی محمد حقانی پر یہ اعتراض ہے کہ وہ معروف مسائل پر یزید کی روایت کیوں قبول کر رہا ہے اور منکرات میں کیوں قبول نہیں کرتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ تلقی بالقبول کے بعد سند کی جرح کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اس لئے ترکِ رفع یدین کو یہاں تلقی بالقبول ہے۔اس کے راویوں پر جرح ہی جائز نہیں اور جو عمل مقبول نہ ہو اس پر جرح جائز ہوتی ہے۔مولوی علی محمد صاحب نے اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔

لطیفہ:

علی زئی نے ابوزرعہ کے قول: یکتب حدیثہ و لا یحتج بہ کو جرح میں لکھا ہے۔(نور العینین ،صفحہ ۱۳۰) حالانکہ اس کا واضح مطلب ہے کہ شواہد اور متابعات میں حجت ہے، اسی طرح ابن عدی کے قول :مع ضعفہ یکتب حدیثہ کو بھی مذکورہ صفحہ میں جرح میں لکھا ہے حالانکہ اس سے واضح ہے کہ اس کا ضعف قوی نہیں، اسی طرح ابوداؤد کا قول: لا اعلم احداً ترک حدیثہ وغیرہ احب الی منہ جو واضح توثیق بلکہ جرح کی تردید ہے اس کو بھی جرح میں ذکر کیا ہے۔ فیاللعجب پھر علی زئی نے تہذیب سے بھی جرح و تعدیل کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اس میں جریر کا قول کہ یزید بن ابی زیاد عطاء سے اچھے حافظے والا تھا۔(تہذیب التہذیب ،صفحہ ۳۳۰ ،جلد ۱۱) نقل نہیں کیا۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن مہدی کا فرمان کہ: لیث بن ابی سلیم اور عطاء بن السائب اور یزید بن ابی زیاد میں سے میرے نزدیک لیث زیادہ اچھی حالت والا تھا۔(ایضاً) بھی نقل نہیں کیا جس سے لیث کا احسن اور عطاء اور یزید کا حسن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز علی زئی نے نور العینین ،صفحہ ۱۳۰ پر ابو عبداللہ الحاکم کی جرح نصب الرایہ ،صفحہ ۴۰۲ ،جلد ۱ کے حوالہ سے نقل کی ہے مگر اس کے ساتھ متصل ہی ابن دقیق العید کا قول کہ یزید بن ابی زیاد اہل صدق میں شمار کیا گیا ہے اور ابوالحسن نے کہا، یزید بن ابی زیاد جید الحدیث ہے اور امام مسلمؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں راویوں کی ایک قسم لکھی ہے جن کے بارہ میں فرمایا کہ ستر اور صدق اور تعاطی علم ان کو شامل ہے جیسے عطاء بن السائب اور یزید ابن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم (نصب الرایہ ،صفحہ ۲۰۲ ،جلد ۱) کیا ان توثیقی اقوال کو چھپانے کا علی زئی کو اللہ نے یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا؟ پھر نور العینین میں جرح کے طور پر اس کے شیعہ ہونے کو متعدد جگہ ذکر کیا ہے حالانکہ علی زئی خود لکھتا ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو عام صحابہؓ پر تقدیم دینا تشیع ہے ۔(ماہنامہ الحدیث ۲ ،صفحہ ۱۰)

پھر لکھتے ہیں کہ روایت حدیث میں اصل بات راوی کی عدالت اور ضبط ہے اور اس کا بدعتی مثلاً مرجی، شیعی ،قدری وغیرہ ہونا چنداں مضر نہیں ہے ۔(الحدیث ۲ ،صفحہ ۹) معلوم ہوا کہ یہ شیعی ہونا اصل میں علی زئی کے نزدیک جرح نہیں، البتہ حنفی دلیل میں جرح بن جائے گی۔ان واضح تضادات کا علی زئی صاحب کو فکر کرنا چاہئے۔مولوی علی محمد صاحب کا جواب ہو چکا۔ایک واضح مثال سے اس کو سمجھا تا ہوں کہ نسب کے ثابت ہونے میں ایک عورت یعنی دائی کی گواہی معتبر ہے مگر دعویٰ غصب اور چوری میں اس کی گواہی معتبر نہیں۔ دو مرد ہونے ضروری ہیں اور اگر زنا کی گواہی ہے تو ان دو مردوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی بلکہ چار مرد ہونے ضروری ہیں، اسی طرح جس مسئلے کو تلقی بالقبول حاصل ہے اس میں یزید کی روایت معتبر اور ایسے مسئلے میں جس کو تلقی بالقبول حاصل نہیں اس میں اس کی روایت معتبر نہ ہوگی۔

نمبر ۱۰

اس نمبر میں علی زئی نے حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویشؒ کی دو عبارتوں میں تعارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے اپنی پشتو کی کتاب "د رسول اللہ مونځ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز) میں آپ نے من السنۃ سے مراد سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہاں مسئلہ

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھااوردوسرے رسالے " کیا نمازِ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا سُنّت ہے؟" میں لکھا کہ صحابی کا قول من السنۃ مرفوع کے حکم میں نہیں ہے۔صفحہ۲و غیرہ (اوکاڑوی کا تعاقب،صفحہ۲۵)

الجواب:

علی زئی صاحب دوسروں کوتو کہتے ہیں کہ میری کتاب کو متن بنا کر جواب لکھیں تو معتبر ہوگا مگر خوددوسروں کی تردید کرتے ہوئے پوری عبارت جو مسئلہ سے متعلق ہووہ بھی نہیں لکھتے۔حضرت مولانا محمد ولی درویشؒ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارہ میں جوفرمایا ہے کہ سُنّتوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے اس جگہ سُنّت رسول ہونے کی دلیل بھی دی تھی اس کوچھوڑ دیا،اسی طرح جنازہ میں فاتحہ کے پڑھنے کے بارہ میں بھی پوری عبارت ذکر نہیں کی۔

اصل قصہ یہ ہے کہ خاکی جان نامی شخص نے یہ لکھا تھا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھ کر سُنّت کا اطلاق کیا تو اس سے ان کی مراد سُنّت نبوی ہے اورانہوں نے نصب الرایہ اور مستدرک حاکم سے یہ استدلال نقل کیا تھا کہ صحابیؓ کے لفظ سُنّت سے مراد سُنّت نبوی ہوتی ہے اور حاکم نے اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا تھا تو مولانا محمد ولی درویشؒ نے ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ میں ان کے رد میں لکھا کہ اس بارہ میں عرض ہے کہ یہ شوافع کاوضع کردہ اصول ہیں۔احناف کے ہاں یہ اصول نہیں۔پھر احناف کا مذہب طحاوی اور سرخسی کے حوالوں سے نقل کیا من السنۃ سے ضروری نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سُنّت مراد ہو،صحابہ کرامؓ کی سُنّت بھی مراد ہوسکتی ہے، یہ بات کہ سُنّت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ سلم کی ہی سُنّت ہوگی یہ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم ہے۔قولِ جدید میں وہ بھی دلیل سے تعیین کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

پھر مولانا نے فرمایا تھا کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ سُنّت رسول نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح حدیث کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں۔(کیا نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سُنّت ہے؟صفحہ۱۵) یعنی سُنّت دائمی عمل کو کہتے ہیں اوراس کا تو پڑھنا بھی کسی صحیح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں چہ جائیکہ دوام ثابت ہواور حضرت ابن عباسؓ نے اگر پڑھی تو ان پر اعتراض ہوااور جس عمل پر صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اعتراض ہووہ سُنّت نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اعتراض اس عمل کے متروک ہونے کی دلیل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں جوناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کوسُنّت رسول قرار دیا اس کا حوالہ ابن قدامہ کا حاشیہ میں ذکر کیا تھا کہ سُنّت سے مراد سُنّت نبوی ہے۔(صفحہ۱۳۵،حاشیہ۱)

اورناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر نہ تو صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اعتراض ہوااور نہ یہ عمل متروک تھا بلکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا اس پر عمل تھا جیسا کہ ترمذیؒ نے نقل کیا اور مغنی ابن قدامہ میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین کے نام بھی ذکر فرمائے جوناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے، پھر اس علاقے کا متواتر عمل بھی ہے۔خشوع فی الصلوٰۃ کے بھی موافق ہے تو ان قرائن سے من السنۃ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سُنّت ہوگی۔

نووی نے من السنۃ کذا میں جمہور کا قول اس کے مرفوع ہونے کا ذکر کیا تھا۔علامہ سیوطیؒ نے اس کی مثال میں فرمایا: **کقولِ علیؓ من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ** اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو سیوطیؒ نے استدلال کر کے اس حدیث کی تصحیح کردی اور دوسرا اس کا مرفوع ہونا تسلیم کرلیا۔

نوٹ :

یہ دس نمبر وہ تھے جس کی وجہ سے علی زئی نے حضرت اوکاڑوی ؒ کے جواب کو نامکمل کہا تھا حالانکہ تراویح کے اصل موضوع کے ساتھ ان کا کوئی دُور کا تعلق نہیں تھا۔ہم نے بہر حال ان میں بھی علی زئی کا شوق پورا کر دیا۔اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں اور غلط وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے اُمت کو محفوظ فرمائیں۔آمین!